بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأً سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 | ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ اپریل ۲۰۰۹ء | شمارہ: 4

مدیر

حافظ زبیر علی زئی

معاونین

حافظ ندیم ظہیر

ابو خالد شاکر

محمد اعظم

ابو جابر عبداللہ دامانوی

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

250 روپے

اس شمارے میں

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقامِ اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

اجماع اور سلف صالحین کے متفقہ فہم کی مخالفت جائز نہیں ہے

الفصل الثالث

۱۸۶) عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :

((إن الشيطان ذئب الإنسان كذئب الغنم يأخذ الشاذة والقاصية والناحية وإياكم والشعاب وعليكم بالجماعة والعامة .)) رواه أحمد .

(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً انسان کے لئے شیطان ایک بھیڑیا ہے، جیسے بکریوں کا بھیڑیا علیحدہ، اکیلی، دُور رہ جانے والی اور کنارے پر رہ جانے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے۔تم گھاٹیوں سے دُور رہو اور جماعت سے اور عام مسلمانوں سے منسلک رہو۔اسے احمد (۲۳۲/۵، ۲۳۳، ۲۴۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

مسند احمد میں اس روایت کی دو سندیں ہیں:

اول: سعيد (بن أبي عروبة) عن قتادة : حدثنا العلاء بن زياد عن معاذ بن جبل رضي الله عنه .

علاء بن زیاد کی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔دیکھئے تہذیب الکمال (۴۸۱/۱۴) لہٰذا یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔نیز اس میں ابن ابی عروبہ کا عنعنہ بھی ہے۔

دوم: عمر بن إبراهيم (العبدي البصري) :حدثنا قتادة عن العلاء بن زياد عن رجل حدثه يثق به عن معاذ بن جبل رضي الله عنه .

یہ سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

ا: عمر بن ابراہیم العبدی اگرچہ صدوق تھے لیکن قتادہ سے اُن کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۴۸۶۳) اور سنن الترمذی (بتحقیقی :۳۰۷۷)

۲: قتادہ ثقہ مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔

۳: اس حدیث کو بیان کرنے والا رجل (ایک آدمی) مجہول ہے۔

مسند عبد بن حمید (المنتخب:۱۱۴) میں یہ روایت "**فضيل بن عياض عن أبان (بن أبي عياش) عن شهر بن حوشب عن معاذ بن جبل رضي الله عنه**" کی سند سے موجود ہے۔اس سند میں ابان بن ابی عیاش سخت ضعیف، متروک راوی ہے لہٰذا یہ سند باطل مردود ہے۔اگر شہر تک یہ سند صحیح ہوتی تو پھر بھی ضعیف ہوتی کیونکہ شہر بن حوشب کی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے لہٰذا سند منقطع ہے۔

فائدہ: سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((**ما من ثلاثة في قرية و لا بدوٍ لا تقام فيهم الصلوٰة إلا قداستحوذ عليهم الشيطان فعليك بالجماعة فإنما يأكل الذئب القاصية**)) جس گاؤں یا بستی میں تین آدمی ہوں اور اُن میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے تو اُن پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ دُور رہ جانے والی اکیلی بکری کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔اسے امام ابوداود (۵۴۷) وغیرہ نے بیان کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔امام ابن خزیمہ (۱۴۸۶) حافظ ابن حبان (الاحسان:۲۰۹۸، دوسرا نسخہ:۲۱۰۱، موارد الظمآن:۴۲۵) حاکم (۲۴۶/۱) اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔دیکھئے اضواء المصابیح (۱۰۶۷)

اس حدیث کے راوی سائب بن حبیش رحمہ اللہ نے فرمایا: جماعت سے مراد باجماعت نماز ہے۔دیکھئے سنن ابی داود (۵۴۷) اور صحیح ابن حبان (الاحسان ۴۵۹/۵)

اس صحیح حدیث سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں مثلاً:

① گاؤں ہو یا جنگل، ہر جگہ باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

② عذر کے بغیر باجماعت نماز نہ پڑھنا غلط اور قابلِ مذمت ہے۔

③ شیطان ہر وقت کوشاں ہے کہ اہلِ ایمان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا دے۔

④ مسئلہ سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کرنا جائز اور صحیح ہے، بشرطیکہ کسی شرعی حکم کی

مخالفت نہ ہوتی ہو۔

⑤ روایتِ مذکورہ سے موجودہ کاغذی جماعتوں اور تنظیموں کا جواز ثابت کرنا، راویِ حدیث کے فہم کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

⑥ عام کی تخصیص جائز ہے۔

⑦ اجماع شرعی حجت ہے۔

⑧ اگر شرعی عذر اور ضرورت ہو تو جنگل میں رہنا جائز ہے۔

۱۸۵) وعن أبي ذر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ :((من فارق الجماعة شبرًا فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه .)) رواه أحمد و أبو داود .

اور (سیدنا) ابوذر (الغفاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جماعت سے ایک بالشت برابر بھی دُوری اختیار کی تو اُس نے اپنی گردن سے اسلام کا طوق نکال پھینکا۔ اسے احمد (۱۸۰/۵ ح ۲۱۸۹۴) اور ابوداود (۴۷۵۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

اس روایت کی سند خالد بن وہبان کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

خالد مذکور کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۲۰۷/۴) میں ذکر کر کے کہا:

''وہ ابوذر الغفاری کا خالہ زاد تھا، اس سے لوگوں نے روایت کی ہے۔''

حاکم نے اسے ''تابعی معروف'' یعنی مشہور تابعی قرار دیا۔

سیدنا الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **((فإنه من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه إلا أن يرجع))**

بے شک جو شخص بالشت برابر جماعت سے دُور ہوا تو اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا، اِلا یہ کہ وہ رجوع کر لے یعنی واپس آ جائے۔ (سنن الترمذی: ۲۸۶۳ وقال: ''هذا حديث حسن صحيح غريب'' وسندہ صحیح، الشریعۃ للآجری ۲۸/۱ ح ۷ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ص ۸)

اس شاہد کے ساتھ درج بالا حدیث بھی حسن ہے۔

فائدہ: خالد بن وہبان کی بیان کردہ حدیث کتاب السنۃ لابن ابی عاصم (۱۰۵۳) میں

''من فارق الجماعة و الإسلام فقه خلع ربقة الإسلام من عنقه''

[جس نے اسلام اور جماعت سے جدائی اختیار کی تو اس نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے نکال پھینکا۔] کے متن سے موجود ہے۔

فقہ الحدیث:

① اجماع شرعی حجت ہے۔

② خلیفہ اور مسلمان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں بلکہ کبیرہ گناہ ہے اِلا یہ کہ فریقین یا ایک فریق کسی اجتہادی خطاء میں مبتلا ہو تو وہ معذور ہے۔

③ سلف صالحین کے متفقہ فہم کے خلاف ہر قسم کی تشریح، تاویل اور استدلال مردود ہے۔

④ باجماعت نماز قائم کرنے کا ہمیشہ اہتمام کرنا چاہئے۔

⑤ اُمتِ اجابت میں گمراہی کی اصل وجوہات چار ہیں:

اول: قرآن و حدیث اور اجماع کا انکار (مثلاً تکفیری خوارج، معتزلہ اور منکرینِ حدیث وغیرہ)

دوم: سلف صالحین کے متفقہ فہم سے فرار (مثلاً جہمیہ، مرجیہ، روافض اور قدریہ وغیرہ)

سوم: تاویلات باطلہ اور مردود روایات سے پیار (مثلاً اہلِ بدعت اور اہلِ شرک کے تمام گروہوں کا طرزِ عمل)

چہارم: علمائے حق اور اہلِ حق سے برسرِ پیکار (مثلاً تکفیری اور تنفیری خوارج وغیرہ)

⑥ نصوصِ شرعیہ کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ اتفاق ہو۔

⑦ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۹ سے ثابت ہے کہ باغی بغاوت کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا بلکہ اہلِ ایمان میں شامل رہتا ہے لہٰذا دوسری نصوصِ شرعیہ کو چھوڑ کر صرف وعید و تشدید والے دلائل کی وجہ سے تکفیر کرنا باطل ہے۔

فائدہ: تکفیری ان لوگوں کو کہتے ہیں جو صحیح العقیدہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور تنفیری اُن لوگوں کو کہا جاتا ہے جو صحیح العقیدہ مسلم علماء کی توہین و تنقیص کرتے ہیں۔

عبدالوحید رینالوی

کبیرہ گناہ اور اُن سے اجتناب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾
اگر تم اُن کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تمھیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمھارے (چھوٹے) گناہ مٹا دیں گے۔ (النساء:۳۱)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ جو بھی ان کبیرہ گناہوں سے رُک گیا، جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے تو اللہ اُس کے صغیرہ گناہ مٹا دے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ کبیرہ گناہ کی علماء نے مختلف تعریفیں کی ہیں مثلاً:

① ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کی وعید سنائی، غضب کا اظہار کیا، لعنت فرمائی، عذاب کا اعلان کیا یا جس پر حد جاری کی گئی ہو۔

② حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الکبائر میں لکھا ہے: "کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر کوئی حد ہو جیسے قتل، زنا، چوری وغیرہ یا جس کے کرنے پر آخرت میں عذاب اور غصے کی وعید آئی ہو یا جس گناہ پر اللہ نے لعنت کی ہو۔"

③ حافظ ابن کثیر نے قاضی ابو سعید الہروی سے نقل کیا ہے کہ "کبیرہ ہر وہ گناہ ہے جس کے بارے میں کتاب وسنت میں حرمت کی نص آئی ہو اور ہر وہ معصیت جو اپنی جنس میں حد کو جاری کرے جیسے قتل وغیرہ اور ہر اس فریضے کو چھوڑنا جس کو بروقت کرنے کا حکم ہو، روایت یا قسم یا گواہی میں جھوٹ بولنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔" (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۵۴، النساء:۳۱)

کبیرہ گناہوں کی نشاندہی صحیح حدیثوں میں بھی کی گئی ہے جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: میں تمھیں کبیرہ گناہوں کی خبر نہ دوں؟ آپ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے، صحابہ نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ پھر آپ بیٹھ گئے، پہلے آپ نے ٹیک لگائی

ہوئی تھی، فرمایا: خبردار! جھوٹی گواہی بھی کبیرہ گناہ ہے۔ آپ یہ الفاظ بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (صحیح بخاری:۲۶۵۴، صحیح مسلم:۸۷، دارالسلام:۲۵۹)

اس حدیث میں شہادۃ الزور (جھوٹی گواہی) کے الفاظ رسول اللہ ﷺ بار بار دہراتے رہے کیونکہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو دوسرے کئی گناہوں کا مجموعہ ہے مثلاً:

اول: یہ جھوٹ اور افتراء ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والے اور جھوٹ بولنے والے کی رہنمائی نہیں کرتا۔ (المؤمن:۲۸)

دوم: دوسرا گناہ یہ ہے کہ جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے اس پر ظلم ہے حتیٰ کہ اس کی گواہی سے اس کا مال، اس کی عزت واحترام محفوظ نہ رہے۔ تیسرا گناہ یہ کہ اس نے جس کے حق میں گواہی دی ہے اسے حرام مال کھلایا جس کی وجہ سے یہ ملعون ٹھہرا۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ﴾ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (ہود:۱۸)

چوتھا گناہ جو اللہ نے مسلم کی عصمت، خون اور عزت کو حرام قرار دیا ہے، اس نے اپنی گواہی سے اسے حلال ٹھہرایا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان کا مال، اس کا خون اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (صحیح مسلم:۲۵۶۴، دارالسلام:۶۵۴۱)

معلوم ہوا کہ یہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اُسے بار بار دہرا کر اس سے خاص طور پر بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔

۲: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ سے پوچھا: اللہ کے ہاں کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تُو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنا کر اسے پکارے حالانکہ اُس (اللہ) نے تجھے پیدا کیا، اس نے پوچھا: پھر اس کے بعد کونسا گناہ کبیرہ ہے؟ آپ نے فرمایا: تُو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائیں گے، اس نے پوچھا: پھر اس کے بعد کونسا گناہ کبیرہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تُو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق نازل فرمائی:

﴿جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے الٰہ کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو ناحق قتل کرتے ہیں

جسے اللہ نے حرام قرار دیا اور نہ زنا کرتے ہیں﴾ [الفرقان: ۶۸]) آپ نے یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔ (صحیح بخاری:۴۷۶۲، صحیح مسلم:۸۶، دارالسلام:۲۵۸)

اس حدیث میں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ شرک ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ (دیکھئے سورۃ النساء:۱۱۶)

دوسرا کبیرہ گناہ: آدمی اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ اس کے ساتھ مل کر اللہ کا دیا ہوا رزق کھائیں گے۔ ایسے آدمی کا اللہ پر ایمان نہیں ہے، تقدیر پر ایمان نہیں، اگر ایمان ہوتا تو ایسا کبھی نہ کرتا۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ زمین میں ہر جاندار کا رزق اللہ پر ہی ہے۔ (ہود:۶)

تیسرا کبیرہ گناہ: پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا ہے یہ اس لئے کہ اس پر پڑوسی کے حقوق ہیں جن میں سے یہ بھی ہے کہ یہ پڑوسی کے مال، جان اور عزت کا محافظ ہو، نہ کہ خود ہی اس کی عصمت دری شروع کر دے۔ اس میں بھی دو گناہ شامل ہیں: ایک تو اس نے اپنے پڑوسی کی عزت کی حفاظت نہیں کی، اُسے اُس کا حق نہیں دیا اور دوسرا گناہ یہ کہ اس نے زنا کیا۔

۳: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ نے حیران ہو کر سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آدمی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، وہ کسی دوسرے آدمی کے والد کو گالی دے، وہ اس کے والد کو گالی دے گا اور وہ دوسرے کی ماں کو گالی دے تو دوسرا آدمی اس کی ماں کو گالی دے گا۔ (صحیح مسلم:۹۰، دارالسلام:۲۶۳)

صحیح بخاری میں ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔
(صحیح بخاری:۵۹۷۳)

اس حدیث سے واضح ہے کہ کسی کے والدین کو گالی دینا گویا اپنے والدین کو گالی دینا ہے اور اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔

۴: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو! صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کونسے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ① اللہ کے ساتھ شرک کرنا ② جادو کرنا [یاد رہے کہ اس سے مراد جادو کرنے والا، کروانے والا، سیکھنے والا، سکھانے والا، سب شامل ہیں] ③ جس نفس [جان] کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اسے ناحق قتل کرنا ④ سود کھانا ⑤ یتیم کا مال کھانا ⑥ جہاد کے دوران میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا ⑦ پاک دامن بھولی بھالی مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔

(صحیح بخاری:۲۷۶۶، صحیح مسلم:۸۹، دارالسلام:۲۶۲)

اس کے علاوہ صحیح احادیث میں اور بھی کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے۔

ابتدا میں لکھی گئی آیت کا دوسرا حصہ: ﴿نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ [اگر تم ان گناہوں سے بچو گے تو تمھارے صغیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔] کی تشریح میں سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما سے لمبی روایت ہے، جس کا کچھ حصہ یوں ہے کہ جو بندہ پانچ نمازیں پڑھتا ہے، رمضان کے روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور سات کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اسے کہا جاتا ہے کہ تو ان دروازوں میں سے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا۔ (سنن النسائی:۲۴۴۰ واسنادہ حسن)

سات کبیرہ گناہوں سے مراد وہی سات کبیرہ گناہ ہیں جن کا ذکر ابھی گزرا ہے کیونکہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے، صحیح بخاری والی روایت میں بھی سات ہلاک کرنے والے گناہوں کا ذکر ہے اور نسائی والی حدیث میں بھی سات گناہوں سے بچنے کا ذکر ہے۔

صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں اور جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک، رمضان سے دوسرے رمضان تک جو اُن کے درمیان گناہ ہوئے ہیں ان کے لئے کفارہ ہے یعنی صغیرہ گناہوں کو مٹا دینے والے ہیں، جب تک بندہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۳۳، دارالسلام:۵۵۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اگر کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔ نماز، روزہ اور نیک اعمال کرتا رہے تو اُس کے صغیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ ان شاءاللہ

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

حاکم، ترمذی اور ابن حبان کا تساہل؟!

سوال: امام حاکم رحمہ اللہ کی تصحیح اور امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین اور امام ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق کا جمہور محدثین کے نزدیک کیا اعتبار ہے؟ (ایک سائل)

الجواب:

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

مذکورہ تینوں محدثین کے بارے میں تحقیقی جواب علی الترتیب درج ذیل ہے:

۱) معرفۃ علوم الحدیث، تاریخ نیشاپور، المدخل اور المستدرک علی الصحیحین جیسی کتبِ مفیدہ کے مصنف ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم عرف ابن البیع النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۵ھ) کے بارے میں محدثینِ کرام کے درمیان اختلاف تھا۔

جرح کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: ابوالفضل بن الفلکی الہمذانی (علی بن الحسین بن احمد بن الحسن رحمہ اللہ، متوفی ۴۲۷ھ) سے روایت ہے کہ ''**وکان ابن البیع یمیل إلی التشیع**'' حاکم تشیع کی طرف مائل تھے۔ (تاریخ بغداد ۴۷۴/۵ ت ۳۰۲۴)

یہ قول ابن الفلکی سے ثابت نہیں ہے کیونکہ ''**بعض أصحابنا**'' مجہول راوی ہے۔

۲: محمد بن طاہر المقدسی الحافظ نے کہا: حاکم نے کہا: **حدیث الطیر** (سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور پرندے کے گوشت) والی حدیث صحیح ہے اور صحیحین میں یہ روایت نہیں لی گئی۔

ابن طاہر نے کہا: یہ موضوع حدیث ہے جسے کوفہ کے ساقط راویوں نے مشہور اور مجہول راویوں کی سند کے ساتھ انس (رضی اللہ عنہ) وغیرہ سے بیان کیا ہے۔ حاکم کی حالت دو باتوں سے خالی نہیں ہے: یا تو وہ صحیح سے جاہل تھا لہٰذا اُس کے قول پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ یا وہ جانتا

تھا پھر اس کے خلاف کہتا تھا تو وہ اس طرح معاند کذاب بن جاتا ہے۔
(المنتظم لابن الجوزی ۱۵/۱۱۰)

ابن طاہر کی یہ جرح کئی وجہ سے مردود ہے مثلاً:

اول: حاکم کی وفات کے بعد ابن طاہر المقدسی ۴۴۸ھ میں پیدا ہوئے تھے لہٰذا اُن کی حاکم سے بے سند نقل مردود ہے۔

دوم: حدیث الطیر کی بہت سی سندوں میں سے تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۵/۱۹۲) میں امام دارقطنی والی روایت حسن لذاتہ ہے۔

اس روایت کی مختصر تحقیق درج ذیل ہے:

① ابن عساکر کے استاذ ابو غالب بن البناء ثقہ تھے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۹/۶۰۳)
② ابن البناء کے استاذ ابوالحسین بن الآبنوسی ثقہ تھے۔ دیکھئے النبلاء (۱۷/۸۵)
③ ابن الآبنوسی کے استاذ امام دارقطنی مشہور ثقہ امام تھے۔
④ امام دارقطنی کے استاذ محمد بن مخلد بن حفص الدوری ثقہ تھے۔
دیکھئے تاریخ بغداد (۳/۳۱۱ ت ۱۴۰۶)
⑤ محمد بن مخلد کے استاذ حاتم بن اللیث بن الحارث الجوہری ثقہ تھے۔
دیکھئے تاریخ بغداد (۸/۲۴۵ ت ۴۳۴۶)
⑥ حاتم بن اللیث کے استاذ عبیداللہ بن موسیٰ بن باذام العبسی الکوفی صحیحین کے راوی اور ثقہ وصدوق تھے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ''ثقة كان يتشيع'' وہ ثقہ تھے (اور) تشیع کے قائل تھے۔ (تقریب التہذیب: ۴۳۴۵)

ثقہ وصدوق عند الجمہور راوی پر تشیع وغیرہ کی جرح سے اُس کی حدیث ضعیف نہیں ہو جاتی بلکہ حسن یا صحیح رہتی ہے لہٰذا یہاں تشیع کی جرح مردود ہے۔

⑦ عبیداللہ بن موسیٰ کے استاذ عیسیٰ بن عمر الاسدی الہمدانی ابو عمر القاری الاعمیٰ، صاحب الحروف ثقہ تھے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۵۳۱۴)

⑧ عیسیٰ بن عمر القاری کے استاذ اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ السدّی (سدی کبیر) صحیح مسلم کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے۔ نیز دیکھئے تحریر تقریب التہذیب (۱/۱۳۶ ت ۴۶۳)

آپ پر تشیع کا الزام ہے جو کہ جمہور کی توثیق کے بعد یہاں مردود ہے۔

فائدہ: جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی پر اگر بدعتی ہونے کا اعتراض ہوا اور اس کی روایت بظاہر اس کے مسلک کی تائید میں ہو، تب بھی صحیح یا حسن ہوتی ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ''التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الاباطیل'' (۱/۴۲۔۵۲)

اور اس سلسلے میں جوزجانی (بدعتی) کا اصول صحیح نہیں ہے لہٰذا روایتِ مذکورہ کو تشیع کا الزام لگا کر رد کرنا غلط ہے۔

⑨ اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی کے استاذ سیدنا انس بن مالک مشہور صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہما

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام دارقطنی کی بیان کردہ اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تحفے میں پرندے لائے گئے تو آپ نے انھیں تقسیم کر دیا اور ایک پرندہ رکھ لیا پھر فرمایا: اے میرے اللہ! میرے پاس اس پرندے کا گوشت کھانے کے لئے وہ شخص بھیج جسے تُو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ پھر علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے تو انھوں نے آپ کے ساتھ وہ پرندہ کھایا۔

امام دارقطنی نے فرمایا: اس حدیث کو صرف عیسیٰ بن عمر نے سدی سے بیان کیا ہے۔

اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی ہیں مثلاً:

① **حديث قطن بن نسير بسنده عن عبدالله بن المثنى عن عبدالله بن أنس بن مالك عن أبيه ... إلخ** (دیکھئے الکامل لابن عدی ۲/۵۷۰، دوسرا نسخہ ۲/۳۸۵)

اس میں قطن بن نسیر جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اور باقی سند حسن لذاتہ ہے۔

② **حديث الطبراني بسنده عن يحي بن أبي كثير عن أنس بن مالك رضي الله عنه ... إلخ** (المعجم الاوسط ۲/۴۴۲، ۴۴۳ ح ۱۷۶۵)

اس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: امام طبرانی کا استاذ ابوبکر احمد بن الجعد الوشاء نامعلوم التوثیق ہے۔

دوم: یحییٰ بن ابی کثیر کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع و مدلّس ہے۔

③ حديث الطبراني بسنده عن سفينة رضي الله عنه ... إلخ

(المعجم الکبیر ۷/۸۲ ح ۶۴۳۷)

اس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: طبرانی کے استاذ عبید العجلی کی توثیق نامعلوم ہے۔

دوم: سلیمان بن قرم ضعیف ہے۔

جو لوگ جمع تفریق کر کے حدیث کو حسن لغیرہ بنا لیتے ہیں، اُن کے اصول سے بھی حدیث الطیر حسن بنتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنے جوابات میں ترمذی والی روایت کو "**وھو حدیث حسن**" قرار دیا ہے۔ (دیکھئے "اجوبۃ الحافظ ابن حجر العسقلانی عن احادیث المصابیح" المطبوع مع المشکوٰۃ تخریج الالبانی ۳/۱۷۹۱، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ)

تنبیہ: حدیث الطیر کی تصحیح پر ایک دیوبندی فخر الدین الغلانی نے عربی زبان میں "نیل الخیر بحدیث الطیر" نامی کتاب لکھی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن طاہر کا حدیث الطیر کی وجہ سے حاکم نیشاپوری پر اعتراض مردود ہے۔

۳: روایت ہے کہ شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الہروی رحمہ اللہ نے کہا:

ابو عبداللہ الحاکم حدیث میں امام اور رافضی خبیث ہے۔ (لسان المیزان ۵/۲۳۳، دوسرا نسخہ ۶/۲۵۱)

یہ قول تین وجہ سے مردود ہے:

اول: باسند صحیح ابن طاہر سے مروی نہیں ہے۔

دوم: حافظ ذہبی نے اسے رد کر دیا ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۳/۶۰۸)

سوم: یہ قول جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

۴: بعض علماء نے حاکم کی تصحیح فی المستدرک پر کلام کیا ہے جس کا اُن کی عدالت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حاکم کے بارے میں ابوعبدالرحمٰن السلمی (ضعیف) کی روایت بھی مردود ہے۔

اس جرح کے مقابلے میں جمہور کی توثیق کے بعض حوالے درج ذیل ہیں:

① خطیب بغدادی نے کہا: ''وکان ثقة'' اور وہ (حاکم) ثقہ تھے۔

(تاریخ بغداد ۴۷۳/۵ ت ۳۰۲۴)

② ابن الجوزی نے کہا: ''وکان ثقة'' اور وہ ثقہ تھے۔ (المنتظم ۱۰۹/۱۵ ت ۳۰۵۹)

③ حافظ ذہبی نے ''صح'' کی رمز لکھ کر اُن کی توثیق ثابت کی اور فرمایا:

''إمام صدوق لکنه یصحح في مستدرکه أحادیث ساقطة ...'' وہ سچے امام تھے لیکن وہ اپنی مستدرک میں ساقط روایات کو صحیح کہتے تھے... الخ (میزان الاعتدال ۶۰۸/۳)

اور فرمایا: ''الإمام الحافظ الناقد العلامة شیخ المحدثین ...''

(سیر اعلام النبلاء ۱۶۳/۱۷)

حافظ ذہبی نے مزید لکھا: ''وکان من بحور العلم علٰی تشیع قلیل فیه''

وہ علم کے سمندروں میں سے تھے اور اُن میں تھوڑا سا تشیع تھا۔ (النبلاء ۱۶۵/۱۷)

④ حافظ ابن کثیر نے انھیں علم، حفظ، امانت، دیانت اور ثقاہت وغیرہ سے موصوف قرار دیا۔ دیکھئے البدایہ والنہایہ (نسخہ محققہ ۲۴/۱۳)

⑤ ابوسعد السمعانی نے حاکم کو فضیلت، علم، معرفت، حفظ اور فہم سے متصف قرار دیا۔ دیکھئے الانساب (۴۳۲/۱، البیع)

⑥ حافظ ابن حجر نے اُن کا دفاع کیا اور انھیں جلیل القدر قرار دیا۔

دیکھئے لسان المیزان (۲۳۳/۵، دوسرا نسخہ ۲۵۱/۶)

⑦ ابوالحسن عبدالغافر بن اسماعیل الفارسی رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۹ھ) نے کہا:

''إمام أهل الحدیث في عصره و العارف به حق معرفته''

آپ اپنے زمانے میں اہلِ حدیث کے امام اور حدیث کی معرفت کا حق رکھتے تھے۔

(الحلقۃ الاولیٰ من تاریخ نیسابور، المنتخب من السیاق ص ۵)

⑧ عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے کہا:

''**كان إمامًا جليلاً و حافظًا حفيلاً، اتفق على امامته و جلالته و عظم قدره**''

آپ جلیل القدر امام اور بہت بڑے حافظ تھے، آپ کی امامت، جلالت اور عظمتِ قدر پر اتفاق ہے۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴۳ ت ۳۲۹)

⑨ ابوالخیر محمد بن محمد الجزری (متوفی ۸۳۳ھ) نے کہا:

''**و كان إمامًا ثقة صدوقًا إلا أن في مستدركه أحاديث ضعيفة ...**''

وہ ثقہ صدوق امام تھے لیکن اُن کی (کتاب) مستدرک میں ضعیف حدیثیں ہیں...

(غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ج ۲ ص ۱۸۵ ت ۳۱۷۸)

⑩ امام بیہقی نے ایک حدیث کے تحت حاکم کو ثقہ کہا۔

دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۷/۳۲) اور نور العینین (طبع جدید ص ۱۱۹، ۱۲۰)

جمہور کی اس توثیق کے بعد حاکم نیشاپوری پر جرح مردود ہے اور خلاصہ یہ کہ وہ ثقہ و صدوق شیعی تھے۔

حافظ ذہبی نے امام یحییٰ بن معین، ابو حاتم الرازی اور جوزجانی کے بارے میں کہا کہ یہ متعنت (متشدد) تھے اور پھر فرمایا:

''**و قسم في مقابلة هو لاء كأبي عيسى الترمذي و أبي عبدالله الحاكم و أبي بكر البيهقي :متساهلون و قسم كالبخاري وأحمد بن حنبل و أبي زرعة و ابن عدي معتدلون منصفون .**''

اوران کے مقابلے میں ایک قسم مثلاً ابوعیسیٰ الترمذی، ابوعبداللہ الحاکم اور ابوبکر البیہقی متساہل تھے اور ایک قسم مثلاً بخاری، احمد بن حنبل، ابوزرعہ (الرازی) اور ابن عدی معتدل، انصاف کرنے والے تھے۔ (ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل ص ۱۵۹، یا ص ۲)

حافظ ذہبی نے اصولِ حدیث میں اپنی ایک مشہور کتاب میں لکھا:

”... ومنهم من هو معتدل و منهم من هو متساهل .

فالحاد فيهم :يحي بن سعيد و ابن معين و أبو حاتم و ابن خراش وغيرهم .

والمعتدل فيهم :أحمد بن حنبل والبخاري وأبو زرعة .

والمتساهل كا لترمذي والحاكم والدارقطني في بعض الأوقات. “

اوران محدثین میں بعض معتدل اور بعض متساہل تھے۔

اُن میں یحییٰ بن سعید (القطان)، ابن معین، ابو حاتم (الرازی) اور ابن خراش (الرافضی) متشدد تھے۔

احمد بن حنبل، بخاری اور ابوزرعہ (الرازی) معتدل تھے۔

ترمذی، حاکم اور بعض اوقات میں دارقطنی متساہل تھے۔ (الموقظہ ص۸۳)

تنبیہ: امام دارقطنی کے بارے میں حافظ ذہبی کا بیان محلِ نظر ہے۔

ذہبی کے بعد عام علماء اُنھی کے نقشِ قدم پر چلے مثلاً سخاوی نے کہا:

”وقسم منهم متسمح كالترمذي والحاكم ، قلت :وكابن حزم ... وقسم معتدل كأحمد والدارقطني وابن عدي. “

اور اُن میں سے ایک قسم متساہل تھی مثلاً ترمذی اور حاکم، میں (سخاوی) نے کہا: اور مثلاً ابن حزم....اور ایک قسم معتدل تھی مثلاً احمد (بن حنبل)، دارقطنی اور ابن عدی۔

(الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ ص ۱۶۸، المتکلمون فی الرجال ص ۱۳۷)

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ حاکم نیشاپوری ثقہ وصدوق ہونے کے ساتھ حدیث پر صحیح کا حکم لگانے میں متساہل تھے۔

تنبیہ: میزان الاعتدال اور لسان المیزان وغیرہما میں حاکم کے بارے میں بہت سے اقوال باسند صحیح ثابت نہیں ہیں لہٰذا بغیر تحقیق کے ان اقوال سے بچ کر رہیں۔

۲) امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۹ھ) ثقہ متفق علیہ تھے۔ دیکھئے الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی (۹۰۵/۳)

انھیں حافظ ابن حبان (الثقات ۱۵۳/۹) اور ذہبی (میزان الاعتدال ۶۷۸/۲) وغیرہما نے ثقہ قرار دیا۔ امام ترمذی کے تصحیح و تحسین میں تساہل کا ذکر میزان الاعتدال میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً حافظ ذہبی نے کہا: '' **فلهذا لا يعتمد العلماء علٰى تصحيح الترمذي** '' پس اس وجہ سے ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔

(میزان الاعتدال ۴۰۷/۳ ترجمہ کثیر بن عبداللہ العوفی)

حافظ ذہبی نے مزید کہا: '' **فلا يغتر بتحسين الترمذي فعند المحاققة غالبها ضعاف** '' پس ترمذی کی تحسین سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے کیونکہ محققین کے نزدیک ایسی غالب (عام، اکثر) روایتیں ضعیف ہیں۔ (میزان الاعتدال ۴۱۶/۴ ترجمۃ یحییٰ بن یمان)

امام ترمذی کو متساہل قرار دینے میں ذہبی کے بعد عام علماء انھی کے نقشِ قدم پر چلے کہ امام ترمذی متساہل تھے۔

۳) حافظ محمد بن حبان ابو حاتم البستی رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) کے بارے میں محدثینِ کرام کے درمیان اختلاف تھا۔

ابو الفضل احمد بن علی بن عمرو السلیمانی، یحییٰ بن عمار، ابو اسماعیل الہروی، ابو علی النیسابوری، محمد بن طاہر المقدسی اور عبدالصمد بن محمد بن محمد بن صالح (؟) نے اُن پر جرح کی بلکہ سلیمانی نے انھیں کذابین میں شمار کر کے ابو حاتم سہل بن السری الحافظ سے نقل کیا:

'' **لا تكتب عنه فإنه كذاب** '' اُس سے نہ لکھو کیونکہ وہ کذاب ہے۔

(معجم البلدان لیاقوت الحموی ۴۱۹/۱)

ابو حاتم سہل بن السری بن الخضر الخذاء البخاری الحافظ کی صریح توثیق کہیں نہیں ملی اور ثقہ محدث سلیمانی کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا:

'' **رأيت للسليماني كتابًا فيه حط علٰى كبار فلا يسمع منه ما شذ فيه .** ''
میں نے سلیمانی کی کتاب دیکھی ہے جس میں اکابر پر جرح ہے لہٰذا اُن کی شاذ بات کو نہ سنا جائے۔ (سیر اعلام النبلاء ۲۰۲/۱۷)

بعض کی اس جرح کے مقابلے میں جمہور کی توثیق درج ذیل ہے:

۱: خطیب بغدادی نے حافظ ابن حبان کے بارے میں کہا:

''و کان ثقة ثبتاً فاضلاً فهمًا ''اور آپ ثقہ ثبت، فاضل سمجھدار تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۸۹/۵۵، وسندہ صحیح)

۲: اُن کے شاگرد حاکم نیشاپوری نے اُن سے اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین (۴۵۲/۲ ح ۳۶۸۸) میں روایت لی اور کہا: ''صحیح علی شرط مسلم''

معلوم ہوا کہ وہ اپنے شاگرد حاکم کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے۔

حاکم نے کہا: آپ لغت، فقہ، حدیث اور وعظ میں علم کا خزانہ تھے اور عقل مند مردوں میں سے تھے۔ (تاریخ دمشق ۱۸۹/۵۵، وسندہ صحیح، تاریخ نیشاپور طبقۃ شیوخ الحاکم ص ۱۰۴ ت ۶۹۳)

نیز دیکھئے الانساب للسمعانی (۳۴۹/۱) اور تاریخ الاسلام للذہبی (۱۱۲/۲۶) وغیرہما

حاکم نے مزید کہا: '' أبو حاتم كبير في العلوم و كان يحسد بفضله و تقدمه ''

ابوحاتم (ابن حبان) علم میں بڑے تھے اور آپ کی فضیلت اور (علم میں) آگے بڑھنے کی وجہ سے آپ سے حسد کیا جاتا تھا۔ (تاریخ دمشق ۱۹۰/۵۵، وسندہ صحیح، تاریخ نیشاپور ص ۱۰۴)

۳: الضیاء المقدسی نے آپ سے اپنی مشہور کتاب المختارۃ میں روایتیں لیں۔ مثلاً:

دیکھئے ج ۱ ص ۳۹۹ ح ۲۸۲، ج ۲ ص ۳۷۷ ح ۷۵۹

۴: حافظ ذہبی نے اُن کی بیان کردہ ایک حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔

دیکھئے تلخیص المستدرک (۴۵۲/۲)

حافظ ذہبی نے کہا: '' الإمام العلامة الحافظ المجود شيخ خراسان ... ''

امام علامہ حافظ، بہترین روایتیں بیان کرنے والے، خراسان کے شیخ...(سیر اعلام النبلاء ۹۳/۱۶)

نیز دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۹۲۰/۳ ت ۸۷۹) وغیرہ.

۵: حافظ ابن ماکولا نے کہا: '' و كان من الحفاظ الأثبات ''اور وہ (ابن حبان) ثقہ حفاظ میں سے تھے۔ (الاکمال ۳۱۶/۲)

حافظ ابن ماکولا نے مزید کہا: ''حافظ جلیل کثیر التصانیف '' آپ کثرت سے کتابیں لکھنے والے جلیل الشان حافظ تھے۔ (الاکمال ۱/۴۳۲، تاریخ دمشق ۵۵/۱۹۰)

۶: حافظ ابو سعد السمعانی نے کہا: ''امام عصره ، صنف تصانیف لم یسبق إلٰی مثلها '' وہ اپنے زمانے کے امام تھے، آپ نے ایسی کتابیں لکھیں جیسی آپ سے پہلے کسی نے نہیں لکھی تھیں۔ (الانساب ج ۱ ص ۳۴۸، ۳۴۹ بست)

۷: یاقوت الحموی نے کہا: ''کان بحرًا فی العلوم ... '' وہ علوم کا دریا تھے۔

(معجم البلدان ۱/۴۱۵)

۸: ابن اثیر الجزری نے کہا: وہ اپنے زمانے کے امام تھے، آپ نے ایسی کتابیں لکھیں جیسے آپ سے پہلے کسی نے نہیں لکھیں۔ (اللباب فی تہذیب الانساب ۱/۱۰۵)

۹: حافظ ابن کثیر نے کہا: ''و أحد الحفاظ الکبار المصنفین المجتهدین ''
اور وہ بڑے حفاظ، مصنفین (اور) مجتہدین میں سے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۱/۲۲۷ وفیات ۳۵۴ھ)

۱۰: عبدالوہاب بن علی السبکی نے کہا: ''الحافظ الجلیل الإمام ... ''

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲/۱۰۰ ت ۱۲۵)

۱۱: ابن العماد الحنبلی نے کہا: ''صاحب الصحیح کان حافظًا ثبتًا إمامًا حجة ... ''
صحیح (ابن حبان) والے، آپ ثقہ حافظ، امام (حدیث میں) حجت تھے...

(شذرات الذہب ۳/۱۶)

۱۲: ابن عساکر نے لکھا: '' أحد الأئمة الرحالین و المصنفین المحسنین ''
آپ کثرت سے سفر کرنے والے اماموں سے ایک اور بہترین مصنفین میں سے تھے۔

(تاریخ دمشق ۵۵/۱۸۷)

۱۳: فقیہ احمد بن محمد بن علی الطبسی نے انھیں ''شیخ '' کہا۔ دیکھئے تاریخ دمشق (۵۵/۱۹۱)
ان کے علاوہ اور بھی کئی علماء سے ان کی تعریف وثناء مروی ہے مثلاً ابو سعد عبدالرحمٰن بن محمد الادریسی وغیرہ۔

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن حبان ثقہ وصدوق تھے اور جمہور کی توثیق کے مقابلے میں اُن پر جرح مردود ہے۔

حاکم نیشاپوری کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ حافظ ذہبی اور سخاوی نے ابن حبان کو متساہل قرار دیا۔ ان کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی انھیں متساہل (اور بعض اوقات متشدد) قرار دیا ہے۔ ذہبیٔ عصر شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ نے ابن حبان کی توثیق کے پانچ درجے مقرر کئے:

① جنھیں وہ صراحتاً مستقیم الحدیث اور متقن وغیرہ کہتے تھے۔

② وہ راوی جو اُن کے اساتذہ میں سے تھے جن کی مجالس میں ابن حبان بیٹھتے تھے۔

③ کثرتِ حدیث کی وجہ سے مشہور راوی تھے۔

④ ابن حبان کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس راوی کو اچھی طرح جانتے تھے۔

⑤ جو ان چاروں اقسام کے علاوہ (مثلاً مجہول ومستور) تھے۔

دیکھئے التنکیل (ج۱ص ۴۳۷، ۴۳۸ ت ۱۹۹)

اس سے معلوم ہوا کہ مجہول اور مستور راویوں کی توثیق میں امام ابن حبان متساہل تھے لہٰذا ایسے مقام پر اگر وہ منفرد ہوں تو اُن کی توثیق مقبول نہیں ہے۔

بعض ثقہ وصدوق راویوں پر امام ابن حبان کی جرح تشدد پر مبنی قرار دے کر رد کر دی گئی تھی۔

خلاصۃ التحقیق: حاکم، ترمذی اور ابن حبان توثیق وتصحیح میں متساہل تھے لہٰذا جس روایت کی تصحیح یا راوی کی توثیق میں اُن کا تفرد ہو تو یہ مقبول نہیں ہے لیکن جس راوی کی توثیق پر دو یا زیادہ جمع ہوں اور مقابلے میں جمہور کی صریح جرح نہ ہو تو ایسا راوی صدوق حسن الحدیث ہوتا ہے۔

فائدہ: ہمارے نزدیک بعض محدثین کو متساہل یا متشدد وغیرہ قرار دینے کے چکر سے یہ بہتر ہے کہ ہر راوی کے بارے میں تعارض اور عدم تطبیق کی صورت میں ہمیشہ جمہور محدثین کو ترجیح دی جائے۔ اس طرح نہ تو کوئی تعارض واقع ہوتا ہے اور نہ اسماء الرجال کا علم بازیچۂ اطفال بنتا ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۰/جنوری ۲۰۰۹ء)

زبیر صادق آبادی

آلِ دیوبند اپنے خودساختہ اصولوں کی زد میں

(قسط نمبر۴)

۴۳) ماسٹر امین اکاڑوی نے کسی میر صاحب سے یوں مخاطب ہو کر لکھا ہے:
''میر صاحب! آپ نے مضبوط دلائل کا رعب تو بہت ڈالا تھا مگر جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضور ﷺ انتقال تک رفع یدین کرتے رہے، وہ بالکل جھوٹی ہے۔اس کا پہلا راوی متعصب شافعی ہے (طبقاتِ شافعیہ)۔دوسرا راوی رافضی خبیث (تذکرۃ الحفاظ)۔تیسرا، پانچواں، چھٹا راوی ان کے حالات ہی نہیں ملتے، اس لئے مجہول ہیں۔ چوتھا عبدالرحمٰن بن قریشی جھوٹی احادیث بنانے سے متہم ہے (میزان الاعتدال ج۳/ ص۵۸۲) ساتواں راوی عصمت بن محمد الانصاری جھوٹی احادیث گھڑا کرتا تھا (میزان الاعتدال ج۳/ص۶۸) واہ میر صاحب! یہ ہیں تیرے مضبوط دلائل، حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا حرام ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے۔

آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنے والے! کل قیامت میں تیرا کیا حال ہوگا؟ جہنم کا ٹھکانہ تو یقینی ہے۔'' (تجلیات صفدر جلد۶ ص۷۶، ۷۷)

ماسٹر امین اکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوٰۃ)'' (تجلیاتِ صفدر جلد۲/ ۱۸۹)

ماسٹر اوکاڑوی کے بقول میر صاحب نے تو صرف اشارہ کیا تھا۔لیکن ماسٹر اکاڑوی نے خود ترک رفع یدین کے دلائل میں ایک روایت نقل کر کے اس کا حوالہ یوں دیا ہے:
''(مسند الامام الاعظم ص۵۰)'' (تجلیات صفدر جلد۲ ص۳۰۲)

اس روایت کے ایک راوی سلیمان شاذکونی کے متعلق دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے

لکھا ہے: ''محدثین عظامؒ کے ضابطہ پر تو مؤلف خیر الکلام مطمئن نہیں ہیں اور سلیمان شاذ کونیؒ کی لاتوں کا سہارا تلاش کرتے ہیں اور یہ بتانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون ہے؟ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فیہ نظر ابن معینؒ نے اس کو حدیث میں جھوٹا کہا ابو حاتمؒ اس کو متروک الحدیث اور نسائیؒ لیس بثقہ کہتے ہیں اور صالح جزرہؒ فرماتے ہیں کان یکذب فی الحدیث کہ حدیث میں جھوٹ کہتا تھا اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ شراب پیتا اور بیہودہ حرکتوں میں آلودہ تھا اور نیز فرمایا کہ درب دمیك میں شاذ کونی سے بڑا جھوٹا اور کوئی داخل نہیں ہوا۔ البغویؒ فرماتے ہیں کہ رماہ الائمہ بالکذب ائمہ حدیث نے اسکو جھوٹ سے متہم کیا ہے اور امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ کان یضع الحدیث کہ وہ جعلی روایتیں بنایا کرتا تھا امام ابو احمد الحاکمؒ اس کو متروک الحدیث اور امام ابن مہدیؒ اس کو خائب اور نامراد کہتے تھے امام عبدالرزاقؒ نے اسکو عدو اللہ، کذاب اور خبیث کہا اور صالح جزرہؒ کہتے ہیں کہ آناً فاناً سندیں گھڑ لیتا تھا اور صالح بن محمدؒ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ کذب اور لونڈے بازی سے متہم تھا (محصلہ لسان المیزان جلد ۳ ص ۸۴ تا ص ۸۷)'' (احسن الکلام جلد ۱ ص ۲۰۴)

نیز اس روایت کے دیگر بعض راویوں پر بھی محدثین کی شدید جرح موجود ہے۔ اوکاڑوی کی پیش کردہ روایت کا پہلا راوی ابو محمد حارثی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی نے احمد السلیمانی وغیرہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ کذاب اور احادیث گھڑتا تھا۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۴۹۶)

اسی طرح ماسٹر امین نے تجلیات جلد ۲ ص ۳۵۰ پر ترک رفع یدین کے دلائل میں ایک روایت تفسیر ابن عباسؓ کے حوالہ سے لکھی ہے جس کا ایک راوی محمد بن سائب کلبی ہے جس کے بارے میں دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے بریلویوں پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر ہے۔ امام ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ لیس بشئ ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یحییٰؒ اور ابن مہدیؒ نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی ابو جزءؒ اور یزید بن زریعؒ فرماتے ہیں کہ کلبی کافر ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ حضرت

جبرائیل غلطی سے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علیؓ پر وحی نازل کر گئے تھے (معاذ اللہ) امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں۔ امام علیؒ بن الجنیدؒ، ابو احمد الحاکمؒ اور دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے جوزجانیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذّاب اور ساقط الاعتبار ہے، ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس کی روایات میں جھوٹ بالکل ظاہر ہے، ساجیؒ کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث نہایت کمزور اور غالی شیعہ ہے، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ فرماتے ہیں کہ ابوصالح سے اُس نے جھوٹی روائتیں بیان کی ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ تمام ثقہ اہل نقل اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں ہے (تہذیب التہذیب ج۹ص۱۷۸ تا ص۱۸۱) امام احمد فرماتے ہیں کہ کلبی کی تفسیر اوّل سے آخر تک سب جھوٹ ہے، اس کا پڑھنا جائز نہیں (تذکرۃ الموضوعات ص۸۲)'' (تنقید متین ص۱۶۷۔۱۶۸)

ماسٹر امین کی پیش کردہ اسی روایت کے ایک اور راوی محمد بن مروان (سدی صغیر) کے متعلق سرفراز صفدر نے بریلویوں پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''آپ نے خازن کے حوالے سے سدی کذاب کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی علمی رسوائی کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ داغ ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔'' (اتمام البرہان ص۴۵۸)

ایسے جھوٹے راویوں کی روایت بیان کرنے والے کے متعلق جو الفاظ خود ماسٹر امین نے کہے ہیں وہ یہ ہیں: ''حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ ایسی جھوٹی حدیث کو بیان کرنا حرام ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ہے۔

آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنے والے! کل قیامت میں تیرا کیا حال ہوگا؟ جہنم کا ٹھکانہ تو یقینی ہے۔'' (تجلیات صفدر جلد۶ ص۷۶،۷۷)

اب دیوبندی بتائیں! کہ یہ الفاظ ماسٹر امین اوکاڑوی کے لئے مناسب ہیں یا ماسٹر امین جھوٹا ہے؟!

٤٤) ماسٹر امین اوکاڑوی نے آلِ دیوبند کے مسلّم بزرگ شاہ ولی اللہ دہلوی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''پھر ان کی رائے ہے کہ رفع یدین کرنے والا مجھے زیادہ پسند ہے نہ کرنے والے سے اور دلیل یہ دی ہے کہ رفع یدین کی احادیث اکثر اور اثبت ہیں۔ مگر یہ کوئی دلیل نہیں،'' (تجلیات صفدر جلد۲ ص۴۵۱)

جبکہ دوسری طرف شاہ ولی اللہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر نے ایک بریلوی ''مفتی'' کو مخاطب کر کے لکھا ہے: ''مفتی صاحب کیا آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو مسلمان اور عالم دین اور اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی بات تسلیم کرنا پڑے گی......'' (باب جنت ص۴۹)

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا ماسٹر امین کے نزدیک شاہ ولی اللہ مسلمان اور دیوبندیوں کے بزرگ نہیں تھے یا سرفراز صفدر کا اصول غلط ہے؟!

٤٥) رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری'' (احسن الفتاوی ج۱ ص۳۱۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کو شیطان اور دوزخی قرار دیا ہے (مشکوۃ)'' (تجلیات صفدر جلد۶ ص۱۸۹)

مزید لکھا ہے: ''اجماعِ اُمت کا مخالف بنصِ کتاب وسنت دوزخی ہے۔''

(تجلیات صفدر جلد۱ ص۲۸۷)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''یہ جو لوگ کہتے ہیں بخاری اصح الکتب ہے۔ تحکم لا یجوز تقلید فیه به بالکل ناانصافی کی بات ہے اس کے ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔'' (فتوحات صفدر جلد۱ ص۱۳۷)

اب دیوبندی بتائیں! کہ مفتی رشید احمد لدھیانوی نے ناانصافی کی بات کی ہے یا ماسٹر امین اوکاڑوی نے اجماعی فیصلوں سے انحراف کرنے والے کے لئے جو الفاظ لکھے ہیں وہی الفاظ خود ماسٹر اوکاڑوی کے اپنے لئے مناسب ہیں؟! (باقی آئندہ شمارے میں، ان شاء اللہ)

حافظ زبیر علی زئی

الیاس گھمن کے ''قافلۂ حق'' کے پچاس (۵۰) جھوٹ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد:

محمد الیاس گھمن دیوبندی حیاتی کی زیرِ ادارت ایک سہ ماہی رسالہ ''قافلۂ حق'' نامی شائع ہوتا ہے جو حقیقت میں قافلۂ باطل ہے۔اس مضمون میں عام مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے ''قافلۂ حق'' رسالے سے پچاس (۵۰) جھوٹ باحوالہ مع ردپیشِ خدمت ہیں:

۱) سیف اللہ سیفی دیوبندی نے لکھا: ''حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں بیس تراویح پر صحابہؓ کا اجماع ہوگیا لہٰذا بیس تراویح کا منکر اجماع کا منکر ہے اور علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین ، لازم ہے تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت ۔کا منکر دوزخی ہے (فتاویٰ نذیریہ ص ۶۳۴ ج ۱) اس کے جواب میں آج کا غیر مقلد کہتا ہے کہ کیا میں ان کو مقلد ہوں؟'' (قافلہ ج ۱ شمارہ ۴ ص ۵۵)

سیفی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ لکھا ہے کہ ''بیس تراویح پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوگیا لہٰذا بیس تراویح کا منکر اجماع کا منکر ہے ...دوزخی ہے۔'' حالانکہ فتاویٰ نذیریہ (ج ۱ ص ۶۳۴) میں اس مفہوم کی عبارت کے آخر میں ''العبدالمجیب محمد وصیت مدرس مدرسہ حسین بخش'' کا نام لکھا ہوا ہے جو کہ اہلِ حدیث نہیں بلکہ تقلیدی تھا۔ مدرسہ ''حسین بخش'' کے اس محمد وصیت نامی شخص پر رد کرتے ہوئے سید محمد نذیر حسین الدہلوی رحمہ اللہ نے اسی فتوے کے متصل بعد اگلے صفحے پر لکھا:

''سوال مذکور کا یہ جواب جو مجیب نے لکھا ہے بالکل غلط ہے...'' (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۳۵)

ثابت ہوا کہ سیفی دیوبندی نے جھوٹ بولتے ہوئے مولانا نذیر حسین رحمہ اللہ سے وہ بات منسوب کی ہے جسے انھوں نے علانیہ ''بالکل غلط'' قرار دیا تھا۔

مشہور ومطبوع کتاب کے حوالے میں جھوٹ بولنے والے اپنی نجی محفلوں میں کیا کیا جھوٹ نہ بولتے ہوں گے؟!

۲) محمد اللہ دتہ بہاولپوری دیوبندی نے لکھا: ''امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اے فقہاء کے گروہ تم طبیب ہو اور ہم دواخانے والے (پنساری)۔'' (قافلہ ج ا شمارہ ۲ ص ۴۳، ۴۴)

امام ترمذی کی طرف اللہ دتہ کا منسوب کردہ کلام امام ترمذی رحمہ اللہ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اللہ دتہ مذکور نے امام ترمذی پر جھوٹ بولا ہے۔

۳) اللہ دتہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا: ''دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ فقہاء حدیث کے معنی کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔'' (قافلہ ج ا ش ۲ ص ۴۴)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایسی کوئی بات ارشاد نہیں فرمائی کہ ''فقہاء حدیث کے معنی کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔'' لہٰذا اللہ دتہ مذکور نے عبارتِ مذکورہ میں امام ترمذی پر جھوٹ بولا ہے۔

تنبیہ: امام ترمذی نے امام مالک اور امام شافعی کے اقوال نقل کر کے فرمایا: ''**و كذلك قال الفقهاء و هم أعلم بمعاني الحديث** '' اور اسی طرح فقہاء نے کہا اور وہ حدیث کے معانی کو بہت زیادہ جانتے ہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز باب ماجاء فی غسل المیت ح ۹۹۰)

امام ترمذی کے اس کلام میں فقہاء سے مراد امام مالک اور امام شافعی وغیرہما ہیں۔ یاد رہے کہ امام ترمذی نے اپنے آپ کو ان فقہاء سے علیحدہ شمار نہیں کیا بلکہ آپ بھی فقہاء میں سے تھے۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (ج ۱۳ ص ۲۷۶ و فقهه)

٤) عبدالغفار دیوبندی نے لکھا: ''جھوٹا آدمی بتصریح اللہ تعالیٰ لعنتی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ''الا لعنة الله على الكذبين ''...'' (قافلہ ج ا ش ۲ ص ۵۷)

اس طرح کی کوئی آیت قرآنِ مجید میں نہیں ہے جسے عبارتِ مذکورہ بالا میں لکھا گیا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں اللہ تعالیٰ سے یہ جملہ ثابت ہے لہٰذا عبدالغفار نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا ہے۔

تنبیہ: قافلہ...ج ا ش ۳ ص ۶۴ پر لکھا گیا ہے کہ ''ص ۵۷ کے تحت کمپوزر نے سہواً آیت

الا لعنۃ اللہ علی الکذبین کو چھوڑ دیا ہے اور اشتباھاً لفظ الا کو آیت لعنت اللہ علی الکذبین کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور یہ غلط ہے...''

عرض ہے کہ کمپوزر کی طرف ''الا'' کے اضافے کا انتساب محلِ نظر ہے جس کے لئے کمپوزر کی حلفیہ گواہی پیش ہونے کے بعد ہی فیصلہ ہوسکتا ہے۔

عبدالغفار نے حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کو مخاطب کر کے لکھا ہے: ''مگر آپ کے استاد حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے خود **الا لعنة الله علی الکاذبین** لکھا ہے۔ دیکھئے (تعاقب امین اوکاڑوی للعلیزئی ص ۱۸ اط مئی ۲۰۰۵)'' (قافلہ ج ۲ ش ۴ ص ۴۴)

عرض ہے کہ ''اوکاڑوی کا تعاقب'' کتاب میں اردو رسم الخط میں الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین کو بطورِ آیت یا قولِ باری تعالیٰ کے نہیں لکھا گیا بلکہ یہ میرا کلام ہے اور مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں اللہ سے دعا کروں کہ وہ کاذبین (جھوٹوں) پر لعنت فرمائے۔

۵) الیاس گھمن نے لکھا ہے: ''غیر مقلدین عارضی منافع کے لئے اپنے آپ کو سعودیہ میں حنبلی اور سلفی کہتے ہیں'' (قافلہ ج ۱ ش ۳ ص ۶)

عرض ہے کہ یہ گھمن مذکور کا صریح جھوٹ ہے۔ میں کئی دفعہ سعودیہ گیا ہوں مگر کبھی اپنے آپ کو وہاں حنبلی نہیں کہا اور رہا سلفی ہونے کا مسئلہ تو عرض ہے کہ مروجہ تقلید کے بغیر، سلف صالحین کے فہم کتاب وسنت اور اجماع پر عمل کرنے والے بعض اہلِ حدیث علماء وعوام اپنے آپ کو پاکستان، ہندوستان اور سعودیہ بلکہ ہر جگہ سلفی کے لقب سے ملقب کرتے ہیں اور ایسا کرنا جائز ہے جبکہ بہتر یہ ہے کہ ہر جگہ اہلِ حدیث کے بہترین لقب سے اپنے آپ کو علانیہ ملقب سمجھا جائے۔

۶) عبدالغفار دیوبندی نے لکھا: ''نصوص کی صراحت ترک ونسخ رفع یدین سوائے تکبیرۃ الاحرام فی الصلاۃ مکتوبہ والسنن والنوافل سوی الوتر والعیدین ہی کو ثابت کرتی ہیں اور...''

(قافلہ ج ۱ ش ۳ ص ۱۸)

عرض ہے کہ کسی ایک نص (صحیح حدیث) سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ وتر اور عیدین

کو چھوڑ کر فرض، سنن اور نوافل میں تکبیرِ تحریمہ کے سوا رفع یدین متروک و منسوخ ہے لہٰذا عبدالغفار نے عبارتِ مذکورہ میں بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔

۷) عبدالغفار نے لکھا ہے: ''مصححین حدیث مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ (۲) امام ابوعوانہؒ م ۳۱۶ھ وقال صحیح (صحیح ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۵)'' (قافلہ ج ۱ ش ۳ ص ۲۴)

عرض ہے کہ صحیح ابی عوانہ کے محولہ صفحے پر حدیثِ مذکور کے بارے میں ''صحیح'' کا لفظ لکھا ہوا نہیں ہے۔ نیز دیکھئے صحیح ابی عوانہ کا دوسرا نسخہ (ج ۱ ص ۳۳۶ ح ۱۲۶۳)

اگر کوئی کہے کہ امام ابوعوانہ کا کسی حدیث کو روایت کر دینا ہی اس کو صحیح قرار دینا ہے تو عرض ہے کہ ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا تھا: '' پھر چوتھا جھوٹ ابن خزیمہ پر بولا کہ ابن خزیمہ نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱/ص ۴۵۷)''

(تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۲۳۴)

اوکاڑوی کے اس اصول کے مطابق عبدالغفار کی عبارتِ مذکورہ جھوٹ ہے۔

۸) اللہ دتہ بہاولپوری نے اوکاڑوی ملفوظات سے نقل کیا:

''انگریز کے دور سے پہلے زندہ یا مردہ کسی غیر مقلد کا ثبوت نہیں ملتا...'' (قافلہ ج ۱ ش ۳ ص ۳۴)

عرض ہے کہ یہ ملفوظ بالکل جھوٹ کا پلندا ہے کیونکہ امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے:

''ابن حزم غیر مقلد نے تو یہ لکھا ہے کہ...'' (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۵۹۲)

نیز دیکھئے سرفراز کی کتاب الکلام المفید (ص ۸۰) اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۲۹، ۳۰

۹) الیاس گھمن نے لکھا ہے:

''جبکہ اہلحدیث اجماع صحابہؓ اور اجماع کے منکر ہیں۔'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۳)

عرض ہے کہ اہلِ حدیث علماء کے نزدیک اجماع شرعی حجت ہے۔

دیکھئے ''ابراء اہل الحدیث والقرآن'' (ص ۳۲) اور ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد: ۱ ص ۴، ۵)

لہٰذا گھمن مذکور نے جھوٹ بولا ہے۔

۱۰) الیاس گھمن نے لکھا: ''جبکہ اہلحدیث قیاس شرعی کے منکر ہیں۔'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۳)

عرض ہے کہ اہلِ حدیث کے نزدیک اگر نصِ صریح نہ ہوتو قیاس جائز ہے بشرطیکہ نص کے خلاف نہ ہو۔

۱۱) الیاس گھمن نے لکھا: ''جبکہ اہلحدیث آئمہ کے منکر ہیں۔'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۳)

عرض ہے کہ یہ گھمن مذکور کا کالا جھوٹ ہے کیونکہ اہلِ حدیث اُن آئمہ کے قطعاً منکر نہیں جنھیں جمہور نے ثقہ وصدوق اور صحیح العقیدہ قرار دیا ہے۔

۱۲) الیاس گھمن نے لکھا: ''مکے مدینے والوں کے نزدیک غیر مجتہد کیلئے اجتہاد حرام اور تقلید واجب ہے جبکہ اہلحدیثوں کے نزدیک غیر مجتہد کے لئے تقلید حرام اور اجتہاد واجب ہے۔'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۴)

اس عبارت میں گھمن مذکور نے دو جھوٹ بولے ہیں:

اول: مکے مدینے والوں (یعنی مکہ و مدینہ میں رہنے والے تمام عرب علماء وعوام) کی طرف اجتہاد حرام اور تقلید واجب کا قول منسوب کیا ہے جو کہ صریح جھوٹ ہے۔

دوم: اہلِ حدیث کے نزدیک اجتہاد واجب نہیں بلکہ جائز ہے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۱ ص ۵

۱۳) الیاس گھمن نے لکھا: ''جبکہ اہلحدیث فقہ کے منکر ہیں۔'' (قافلہ ۱ ش ۴ ص ۴)

اگر فقہ سے مراد تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین کے فقہی اجتہادات وتشریحات ہیں تو گھمن نے جھوٹ بولا ہے اور اگر فقہ سے مراد حنفی یا دیوبندی فقہ ہے تو پھر شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ وغیرہم بھی حنفی اور دیوبندی فقہ کے منکر ہیں لہٰذا اُن پر کیا فتویٰ ہے؟!

۱۴) الیاس گھمن نے لکھا: ''مکے مدینے والوں کے نزدیک روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا دورد وسلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خوت سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۴، ۵)

یہ عبارت مکے اور مدینے والے عربوں پر جھوٹ ہے۔

۱۵) الیاس گھمن نے لکھا: ''جبکہ اہلحدیث صوم وصلوٰۃ والسلام عندالقبر کے منکر ہیں اور

قائلین کو مشرک کہتے ہیں۔'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۵)

اس عبارت میں کمپوزنگ کی غلطیوں سے قطعِ نظر گھمن مذکور نے دو جھوٹ بولے ہیں:

اول: اہلِ حدیث کو قبر (یعنی حجرہ مبارکہ کا دروازہ کھول کر رسول اللہ ﷺ کی قبر) کے پاس آپ ﷺ پر سلام کہنے کا منکر قرار دیا ہے حالانکہ ایسی حالت میں اہلِ حدیث کے نزدیک سلام کہنا جائز ہے بلکہ ہر قبرستان (میں اموات المسلمین) پر السلام علیکم کہنا جائز ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم کتاب الطہارہ باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتحجیل فی الوضوء ح ۲۴۹، ترقیم دارالسلام: ۵۸۴)

دوم: قبر پر سلام کے قائل کو اہلِ حدیث کے نزدیک مشرک لکھا ہے حالانکہ ایسے قائل کو اہلِ حدیث کے نزدیک مشرک نہیں کہا جاتا بلکہ اس کے دوسرے عقائد کو دیکھا جاتا ہے۔

۱۶) ایک مجہول دیوبندی نے محمد بن السائب الکلبی اور محمد بن مروان السدی کی تفسیر کے بارے میں لکھا: ''اربابِ علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ تفسیر ابن عباسؓ کی سند میں موجود محمد بن سائب الکلبی اور محمد بن مروان جیسے مجروح راوی ہیں تو اس خیال واہی کی اصول محدثین سے تباہی اور حاشیہ خیال میں بھی اس کو جاگزیں نہ ہونے دیں تو مشہور محدثین مثلاً امام یحییٰ بن سعید القطان م 198ھ اور محدث امام بیہقیؒ م 458ھ وغیرہما کا متفقہ اصول ہے کہ ان مذکورہ حضرات کی روایت حدیث میں تو نہیں لیکن تفسیر میں قابل قبول ہے۔ دیکھیے دلائل النبوۃ للبیہقی 32,33/1 و میزان الاعتدال للذھبی 340/1 وتہذیب التہذیب لابن حجر 398/1 وغیرھا)

تو ہم نے بھی ان کی روایت تفسیر قرآن میں لی ہے نہ کہ حدیث میں۔'' (قافلہ....ج ۳ ش ۱ ص ۴)

عرض ہے کہ دلائل النبوۃ کے مذکورہ صفحات پر ایسی کوئی بات لکھی ہوئی نہیں کہ کلبی اور محمد بن مروان کی روایت تفسیر میں قابلِ قبول ہے بلکہ صرف امام یحییٰ بن سعید القطان کا یہ قول لکھا ہوا ہے کہ ''**و یکتب التفسیر عنهم**'' اور ان سے تفسیر لکھی جاتی ہے۔ (دلائل النبوۃ ۱/۳۶، ۳۷ نیز دیکھئے میزان الاعتدال ۱/۴۲۳ دوسرا نسخہ ص ۱۶۱، تہذیب التہذیب ۲/۱۲۴، دوسرا نسخہ ص ۱۰۷)

تفسیر کلبی میں ﴿ **ثم استوی علی العرش** ﴾ کی تفسیر میں لکھا ہوا ہے:

''استقر و يقال امتلأ به العرش'' (تنویرالمقباس ص۱۳۰)

امام بیہقی نے یہ تفسیر نقل کر کے فرمایا: ''**فهذه الرواية منكرة**'' پس یہ روایت منکر ہے۔

(الاسماء والصفات ص۴۱۳، دوسرا نسخہ ص۵۲۱)

بلکہ امام بیہقی نے فرمایا کہ علماء کے نزدیک یہ ابوصالح، کلبی اور محمد بن مروان سارے متروک ہیں، کثرتِ مناکیر کی وجہ سے اُن کی کسی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی اور ان کی روایتوں میں جھوٹ ظاہر ہے۔ (الاسماء والصفات ص۴۱۴، دوسرا نسخہ ص۵۲۱)

کلبی کی تفسیر کے بارے میں امام مروان بن محمد نے فرمایا: ''**تفسير الكلبي باطل**'' کلبی کی تفسیر باطل ہے۔ (الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱، وسندہ صحیح)

۱۷) الیاس گھمن نے لکھا: ''جبکہ اہلحدیث ہمیشہ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور اس کو سنت سمجھتے ہیں۔'' (قافلہ ج۱ ش۴ ص۵)

اگر گھمن کی مراد تمام اہلِ حدیث ہیں تو عرض ہے کہ ہم کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھتے۔ نیز دیکھئے میری کتاب ہدیۃ المسلمین (ح۱۰) لہٰذا گھمن نے ہم پر جھوٹ بولا ہے اور اگر مراد بعض اہلِ حدیث ہیں تو تمام اہلِ حدیث پر اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا بہت سے دیوبندی عوام داڑھی منڈوا کر نماز نہیں پڑھتے اور کیا اُن کے اس عمل کی وجہ سے تمام دیوبندیوں کو مطعون کرنا جائز ہے؟!

۱۸) الیاس گھمن نے لکھا: ''آج بھی مکے اور مدینے شریف میں صرف اور صرف بیس (۲۰) رکعت تراویح ہی پڑھی جاتی ہیں جبکہ اہلحدیث بیس (۲۰) رکعت سنت تراویح کو بدعت کہتے ہیں اور ہمیشہ آٹھ (۸) رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔'' (قافلہ ج۱ ش۴ ص۵)

مکہ اور مدینہ میں حرمین کے علاوہ کئی سو مسجدیں ہیں اور ان مسجدوں میں سے بہت سی مساجد میں گیارہ رکعات (۸+۳) تراویح پڑھی جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات کسی شرعی عذر کی وجہ سے راقم الحروف جب حرم میں قیامِ رمضان سے رہ جاتا تو جس مسجد میں بھی یہ نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو وہاں گیارہ رکعتیں (۸+۳) پڑھتے تھے۔ اب بھی رمضان میں مکہ جا

کر تجربہ کیا جاسکتا ہے۔ گھمن نے عبارتِ مذکورہ میں دو جھوٹ بولے ہیں:

اول: تمام اہلِ مکہ واہلِ مدینہ کی طرف صرف بیس کا عدد منسوب کیا ہے حالانکہ اُن میں بہت سے صرف گیارہ رکعات پڑھتے ہیں۔

دوم: اہلِ حدیث کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ وہ بیس تراویح کو بدعت کہتے ہیں حالانکہ اہلِ حدیث کے نزدیک گیارہ سنت ہیں اور بیس کا عدد رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین سے ثابت نہیں ہے اور نوافل پر کوئی پابندی نہیں لہٰذا جس کی جتنی مرضی نوافل پڑھے لیکن انھیں سنت نہ کہے۔

۱۹) الیاس گھمن نے لکھا: ''مکے مدینے والے رمضان اور غیر رمضان میں صرف اور صرف تین (۳) رکعت وتر ہی پڑھتے ہیں...'' (قافلہ ج اش ۴ ص ۵)

گھمن کی یہ عبارت بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ میں نے حرمین میں کئی دفعہ رمضان میں نماز پڑھی ہے اور وہ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں، بعد میں ایک وتر علیحدہ پڑھتے ہیں۔ رمضان المبارک میں ٹی وی پر اس عمل کو دیکھا جاسکتا ہے۔

(نیز دیکھئے مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۷۴۴ مسئلہ ۱۰۷۵، اور حنابلہ کی کتاب: المحرر فی الفقہ ج ۱ ص ۸۸)

۲۰) الیاس گھمن نے لکھا: ''مکے مدینے والوں کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور دیگر سورہ پڑھنا واجب نہیں ہے جبکہ...'' (قافلہ ج اش ۴ ص ۶)

عرض ہے کہ مکے مدینے والے نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ حنابلہ کی مشہور کتاب مغنی ابن قدامہ (ج ۲ ص ۱۸۰، مسئلہ: ۱۵۵۷) میں لکھا ہوا ہے کہ جنازے میں الحمد پڑھنی چاہئے بلکہ قراءۃ کو واجب تک لکھا ہوا ہے۔

۲۱) محمد امجد سعید لاہوری دیوبندی نے لکھا: ''اس سلسلہ میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ جس مسجد میں امام وموذن مقرر ہوں اور وہاں ایک مرتبہ لوگ نماز پڑھ چکے ہوں تو اس میں دوبارہ جماعت کروانا مکروہ ہے۔'' (قافلہ ج اش ۴ ص ۹)

امام ابوحنیفہ سے درج بالا قول صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں اور العرف الشذی (چودھویں صدی

کے ایک دیوبندی کی کتاب) کا حوالہ فضول ہے لہٰذا امجد نے امام ابوحنیفہ پر جھوٹ بولا ہے۔

۲۲) اللہ دتہ بہاولپوری دیوبندی نے ملفوظاتِ اوکاڑوی میں لکھا:

''بڑے ہی شرم کی بات ہے کہ غیر مقلدین امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، اور علامہ ابن حجرؒ، وغیرہ کو مقلد ہونے کی حیثیت سے مشرک بھی سمجھتے ہیں پھر انہی کی مرتب کردہ احادیث وروایات پر اعتماد کر کے خود کو عامل بالحدیث اور موحد بھی کہتے ہیں۔'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۲۲)

بہاولپوری دیوبندی کا بیان کردہ یہ ملفوظ کالا جھوٹ ہے اور حق یہ ہے کہ اہلِ حدیث کے نزدیک امام بخاری، امام مسلم اور حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہم اللہ مشرک نہیں بلکہ سچے مسلمان اور مومن بندے تھے۔

۲۳) عبدالغفار نے لکھا: ''امام اعظم فی الفقہاء ابی حنیفہ النعمان بن ثابت التابعی الکوفی م ۱۵۰ھ نے اپنے سے اعلم کی تقلید کو جائز اور عامی پر تقلید کو تقریباً واجب اور تقلیدی ایمان کو صحیح قرار دیا ہے'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۳۳)

عبارتِ مذکورہ امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے لہٰذا عبدالغفار مذکور نے امام ابوحنیفہ پر بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔

تنبیہ: جصاص، ابن الحاج اور بزدوی وغیرہ کے بے سند حوالے مردود ہیں کیونکہ یہ لوگ امام ابوحنیفہ کی وفات کے صدیوں بعد پیدا ہوئے تھے اور سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''اور بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی۔'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۴۰۳)

راقم الحروف نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کیا تھا کہ ''یہ چاروں مجتہدین و دیگر علماء تمام مسلمانوں کو تقلید سے منع کرتے ہیں...'' (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۳۸)

اسے عبدالغفار دیوبندی نے بار بار جھوٹ قرار دیا۔ مثلاً دیکھئے قافلہ...(ج ۱ ش ۴ ص ۳۳ وغیرہ)

حالانکہ امام شافعی وغیرہ سے صراحتاً تقلید کی ممانعت سند صحیح سے ثابت ہے اور کسی امام سے تقلید کا جواز یا وجوب باسند صحیح ثابت نہیں لہٰذا عبدالغفار کا مذکورہ حوالہ جھوٹ ہے۔

۲۴) عبدالغفار دیوبندی نے لکھا: ''امام اوزاعی ۱۵۷ھ (یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما

کے راوی ہیں) نے بھی مطلق تقلید کو جائز اور تقلیدی ایمان کو صحیح قرار دیا ہے اور مقلد کو مومن اور اہلِ اسلام قرار دیتے ہیں'' (قافلہ ج اش ۴ص ۳۴)

مذکورہ قول امام اوزاعی رحمہ اللہ سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے لہٰذا عبارتِ مذکورہ میں عبدالغفار نے امام اوزاعی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

۲۵) عبدالغفار نے لکھا: ''امام سفیان ثوریؒ م ۱۶۱ھ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی ہیں نے بھی مطلق تقلید کو جائز اور تقلیدی ایمان کو صحیح قرار دیا ہے مثلاً...'' (قافلہ ج اش ۴ص ۳۵)

مذکورہ قول امام سفیان ثوری رحمہ اللہ سے باسند صحیح ومقبول ثابت نہیں ہے لہٰذا عبدالغفار نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

۲۶) عبدالغفار نے لکھا ہے: ''امام مالک المدنیؒ م ۱۷۹ھ (صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہما کے راوی ہیں) نے مطلق تقلید محمود کو جائز اور تقلیدی ایمان کو صحیح اور مقلد کو مومن اور سس اہل اسلام قرار دیتے ہیں مثلاً...'' (قافلہ ج اش ۴ص ۳۵)

مذکورہ قول امام مالک رحمہ اللہ سے باسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے لہٰذا عبدالغفار نے امام مالک رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

۲۷) عبدالغفار نے لکھا: ''امام ابو یوسف القاضیؒ م ۱۸۲ھ جو کہ مشہور امام۔ قاضی القضاۃ ہیں نے مطلق تقلید کو بھی جائز اور عامی پر تقلید محمود کو جائز قرار دیا ہے مثلاً...''

(قافلہ ج اش ۴ص ۳۶)

مذکورہ قول قاضی ابو یوسف سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے اور رازی، سمرقندی اور الکفایہ کے بے سند حوالے مردود ہیں۔

۲۸) عبدالغفار نے لکھا: ''امام محمد بن ادریس الشافعیؒ م ۲۰۴ھ (یہ صحیح بخاری معلقاً وسنن اربعہ کے راوی ہیں) نے مطلق تقلید محمود کو جائز اور تقلیدی ایمان اور مقلد کے ایمان کو صحیح قرار دیا ہے...'' (قافلہ ج اش ۴ص ۳۷)

امام شافعی رحمہ اللہ سے مذکورہ قول باسند صحیح ثابت نہیں ہے بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ

نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا تھا۔
دیکھئے مختصر المزنی (ص ۱) اور میری کتاب: دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۸)

۲۹) محمد رضوان عزیز دیوبندی نے مولانا عبدالحق بنارسی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا:
''اس شخص نے ۱۲۴۶ھ غالباً 1825ء میں غیر مقلدیت کی بنیاد رکھی۔'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۵۰)

مولانا عبدالحق بن فضل اللہ العثمانی النیوتینی البنارسی رحمہ اللہ ۱۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۲۶۶)

جبکہ اُن سے صدیوں پہلے فوت ہونے والے حافظ ابن حزم کو ماسٹر امین اوکاڑوی نے غیر مقلد لکھا ہے۔ دیکھئے تجلیاتِ صفدر (ج ۲ ص ۵۹۲) اور یہی مضمون فقرہ نمبر ۸

۳۰) سیف اللہ سیفی دیوبندی نے میر نورالحسن بن نواب صدیق حسن خان کی کتاب ''عرف الجادی'' (ص ۲۶) سے رفع یدین کے بارے میں نقل کیا:
''رکوع سے پہلے رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں کیا پس اس کے کرنے پر ثواب اور اسکو چھوڑنے والے پر کوئی ملامت نہیں'' (قافلہ ج ۱ ش ۴ ص ۵۴)

عرف الجادی کے مذکورہ صفحے پر اس طرح کی کوئی عبارت سرے سے موجود نہیں ہے بلکہ کتاب تو فارسی میں ہے لہٰذا اُردو کہاں سے آ گئی؟
عرف الجادی کے محولہ صفحے پر رفع یدین کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ ''باری آنحضرت صللم کرد وباری نکرد پس فاعل آن مثاب باشد وتارک آن غیر ملام...'' (ص ۲۶)

عبارتِ مذکورہ کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بعض دفعہ رفع یدین کیا اور بعض دفعہ رفع یدین نہیں کیا لہٰذا رفع یدین کے فاعل کو ثواب ملے گا اور تارک پر ملامت نہیں کرنی چاہئے۔ سیفی نے اس عبارت کی تحریف کر کے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔
تنبیہ: نورالحسن کی عبارتِ مذکورہ میں کئی باتیں غلط ہیں مثلاً آپ ﷺ کے نام کے ساتھ ''صللم'' لکھا ہوا ہے حالانکہ پورا درود وسلام لکھنا چاہئے اور یہ دعویٰ کہ آپ نے کبھی رفع یدین

کیا اور کبھی نہیں کیا، بھی غلط ہے کیونکہ ترکِ رفع یدین کا کوئی ثبوت صحیح یا حسن لذاتہ سند سے کہیں بھی نہیں ہے۔ دیکھئے میری کتاب: نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین

۳۱) سیفی نے اہلِ حدیث کے بارے میں لکھا کہ ان کے نزدیک:

''ا۔ روضہ اطہر کے پاس صلاۃ وسلام کا عقیدہ شرک ہے'' (قافلہ ج اش۴ص۵۶)

عرض ہے کہ یہ صریح جھوٹ اور بہتان ہے جو اہلِ حدیث پر باندھا گیا ہے۔ نیز دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۱۵

۳۲) موجودہ دور کے اہلِ حدیث کے بارے میں سیفی دیوبندی نے لکھا کہ اُن کے نزدیک: ''۴۔ ایک مٹھی سے زائد داڑھی کے بال کٹوانے حرام ہیں۔'' (قافلہ ج اش۴ص۵۶)

اگر اس سے مراد تمام اہلِ حدیث ہیں تو سیفی کی یہ عبارت صریح جھوٹ ہے کیونکہ راقم الحروف نے علانیہ لکھا ہے: ''ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کا ٹنا اور رخساروں کے بال لینا جائز ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ داڑھی کو بالکل قینچی نہ لگائی جائے۔ واللہ اعلم''

(ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۷ص۵۸)

اگر بعض اہلِ حدیث مراد ہیں تو تمام اہلِ حدیث کے خلاف اسے پیش کرنا غلط ہے۔

۳۳) محمد عمران صفدر دیوبندی نے اہلِ حدیث پر تہمت لگاتے ہوئے لکھا ہے:

''غیر مقلدین نے اپنا سارا زور فروعی مسائل میں صرف کر دیا اور....'' (قافلہ ج اش۴ص۵۷)

عرض ہے کہ ہمارے استاذ محترم شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''توحید خالص'' لکھی۔ کیا یہ فروعی مسائل پر زور صرف کیا ہے؟

اس طرح کی کتبِ عقیدہ کے تعارف کے لئے ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہے۔

۳۴) امام نماز میں تکبیریں اونچی کہے اور مقتدی آہستہ، اس مسئلے کے بارے میں ابن خان محمد نے بغیر کسی حوالے کے لکھا: ''میں نے کہا کہ مسئلہ فقہ حنفی کا ہے'' (قافلہ ج اش۴ص۶۱)

عرض ہے کہ یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ امام ابو حنیفہ، قاضی ابو یوسف اور ابن فرقد الشیبانی سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا کہ ''یہ مسئلہ فقہ حنفی کا ہے'' جھوٹ ہے۔

تنبیہ: تکبیرات کے سلسلے میں دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۶ ص ۱۶۔۱۹)

۳۵ تا ۳۸) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کیا ہے کہ میں تمھیں سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ نماز میں سکون کرو۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

یہ حدیث ذکر کر کے ایک مجہول دیوبندی (جو دیوبندی قافلہ کے ادارے میں سے ہے) نے لکھا: ''اس حدیث سے امام الائمہ، المحدث، الفقیھی ابوحنیفہ م ۱۵۰ھ وامام سفیان ثوری م ۱۶۱ھ امام ابن ابی لیلیٰ م ۱۴۸ اور امام، محدث، فقیھی، مالک بن انس م ۱۷۹ھ نے ترک رفع یدین پر استدلال کیا تو اگر جاھل تجھے نظر نہ آئے تو ہم کیا کریں'' (قافلہ ج ۳ ش ۱ ص ۵)

عرض ہے کہ کذاب مجہول نے اس عبارت میں چار علماء پر جھوٹ بولا ہے لہٰذا یہ دیوبندی جھوٹ نمبر ۳۵ تا جھوٹ ۳۸ ہے، مجہول نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔

اس کے بیان پر تبصرہ درج ذیل ہے:

اول: امام ابوحنیفہ سے حدیثِ مذکور کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا یقیناً ثابت نہیں ہے۔

دوم: امام سفیان ثوری سے حدیثِ مذکور کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

سوم: محمد بن ابی لیلیٰ (فقیہ) سے حدیثِ مذکور کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا کہیں ثابت نہیں ہے۔

چہارم: امام مالک سے حدیثِ مذکور کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا بالکل ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ ثابت ہے کہ امام مالک رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے قائل وفاعل تھے۔ دیکھئے سنن الترمذی (ح ۲۵۶) تاریخ دمشق لابن عساکر (۱۳۴/۵۵، وسندہ حسن) اور میری کتاب نور العینین (ص ۱۷۷ تا ۱۷۹)

جو شخص سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو رفع یدین کے خلاف پیش کرتا ہے۔ علامہ نووی نے اُس کے فعل کو جہالتِ قبیحہ کہا ہے۔ دیکھئے المجموع شرح المہذب (ج ۳ ص ۴۰۳)

امام بخاری نے ایسے شخص کا سختی سے رد کیا ہے۔ دیکھئے جزء رفع الیدین (بتحقیقی: ۳۷)
ابن ملقن نے اسے انتہائی بُری جہالت میں سے قرار دیا۔ دیکھئے البدر المنیر (۴۸۵/۳)
محمود حسن دیوبندی نے کہا: ''باقی اَذْ نابُ خَیلٍ کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے....'' (الورد الشذی ص۶۳، نور العینین ص۲۹۸)
محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: ''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے....'' (درس ترمذی ج۲ص۳۶)

ان تصریحات کے باوجود مجہول نے حدیثِ مذکور کو رفع یدین کے خلاف پیش کیا ہے بلکہ امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوری، فقیہ محمد بن ابی لیلیٰ اور امام مالک پر بہتان لگا دیا ہے جس کا جواب اُسے اللہ کے دربار میں دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

۳۹) عبدالغفار دیوبندی نے میرے بارے میں لکھا:
''....اور اپنے آپ کو امام ذھبیؒ و امام بخاریؒ خیال کرتا ہے'' (قافلہ ج۳ش۱ص۴۴)

یہ عبدالغفار کا مجھ پر بہت بڑا جھوٹ، افتراء اور بہتان ہے کیونکہ میں اپنے آپ کو نہ امام ذہبی خیال کرتا ہوں اور نہ امام بخاری سمجھتا ہوں بلکہ میرے بارے میں ڈاکٹر خالد ظفر اللہ حفظہ اللہ نے ''محققِ دوراں'' لکھ دیا تھا جس پر میں نے ناشر سے احتجاج کیا اور اسے کتاب نور العینین سے خارج کر دیا۔ پرانا اور جدید ایڈیشن اس پر گواہ ہیں۔

۴۰) محمد رضوان عزیز دیوبندی نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے بارے میں لکھا:
''اور غیر مقلدین کی فتنہ پرور کوکھ سے جنم لینے والا ابوالفتن مسعود الدین عثمانی اپنی پمفلٹ ''یہ مزار یہ میلے'' ص۱۰ پر رقمطراز ہے....'' (قافلہ ج۳ش۱ص۵۵)

عرض ہے کہ ڈاکٹر عثمانی کبھی اہلِ حدیث نہیں تھا بلکہ دیوبندیوں کے وفاق المدارس ملتان کا فارغ التحصیل اور یوسف بنوری کا شاگرد تھا جس پر اس کی کتابیں اور اس کے ساتھی گواہ ہیں لہٰذا رضوان عزیز نے جھوٹ کا ''لک'' توڑ دیا ہے۔

۴۱) عبدالغفار نے لکھا:

''جبکہ امام بخاریؒ کا اپنا قائدہ یہ ہے کہ جوراوی وروایت اصالۃً ہے وہی متابعۃً بھی ہے اور جوراوی وروایت متابعۃً ہے وہی اصالۃً بھی ہے کما ذکرہ'' (قافلہ ج ۲ شمارہ ۲ ص ۴۵)

عرض ہے کہ امام بخاری کا یہ قاعدہ امام بخاری رحمہ اللہ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا عبدالغفار نے امام بخاری پر جھوٹ بولا ہے۔

۴۲) محمد انصر باجوہ دیو بندی نے لکھا:

''غیر مقلدین کے بانی نواب صدیق خان...'' (قافلہ ج ۲ ش ۲ ص ۴۹)

اس کے مقابلے میں امین اکاڑوی نے لکھا ہے کہ ''فرقہ غیر مقلدین کا بانی عبدالحق بنارسی ہے۔ (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۲۳۳)

ان دو عبارتوں سے معلوم ہوا کہ انصر باجوہ کے نزدیک اوکاڑوی کذاب تھا اور اوکاڑوی کے نزدیک انصر باجوہ کذاب ہے۔ ہمارے نزدیک دونوں نے ہی جھوٹ بولا ہے کیونکہ سرفراز خان صفدر دیو بندی نے نواب صدیق حسن اور مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے صدیوں پہلے فوت ہو جانے والے ابن حزم کو ''غیر مقلد'' لکھا ہے۔

دیکھئے الکلام المفید (ص ۸۰) اور ماہنامہ الحدیث: ۵۷ ص ۲۹

۴۳) اللہ دتہ بہاولپوری نے ملفوظاتِ اوکاڑوی میں لکھا:

''یہ ایک مسلمہ اور تاریخی حقیقت ہے کہ پاک و ہند میں انگریز کے دورِ حکومت سے پہلے غیر مقلدین کا وجود نہ تھا...'' (قافلہ ج ۲ ش ۲ ص ۵۹)

یہ ملفوظ صریح جھوٹ ہے کیونکہ انگریز دورِ حکومت سے پہلے ہندوستان میں تقلید نہ کرنے والے لوگ موجود تھے مثلاً فخر الدین زرادی (متوفی ۷۴۸ھ) نے کہا:

''والأمر بالسؤال من غیر تعیین یدل علٰی أن اختیار المذهب المعین بدعة''

بغیر تعین کے مسئلہ پوچھنے کا حکم اس پر دلالت کرتا ہے کہ متعین مذہب کو اختیار کرنا بدعت ہے۔ (نزہۃ الخواطر ج ۲ ص ۱۰۸ ت ۱۸۱)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے مولانا محمد حیات سندھی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا:

''...مولوی محمد حیات سے پہلے سندھ میں، مولوی عبداللہ الغزنوی سے پہلے امرتسر میں، میاں نذیر حسین سے پہلے دہلی میں، مولانا میر ابراہیم سیالکوٹی سے پہلے پاک و ہند میں کوئی غیر مقلد موجود نہ تھا۔'' (تجلیات صفدر ج ۵ ص ۳۵۵)

مولانا محمد حیات رحمہ اللہ ۱۱۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲/۲۳۸)

یہ ۱۷۴۹، ۱۷۵۰ عیسوی کا دور تھا۔ دیکھئے تقویم تاریخی (ص ۲۹۱)

اس دور میں ہندوستان پر مغلوں کی حکومت تھی اور انگریزوں کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ اوکاڑوی کے اپنے اعتراف کے مطابق انگریزوں کے دور سے پہلے برصغیر میں اہلِ حدیث میں موجود تھے۔

۴۴) نور محمد قادری تونسوی دیوبندی نے لکھا: ''ائمہ مجتہدین اور ان کے پیروکار فرماتے ہیں کہ ایک عام مسلمان جو اتنی صلاحیت نہیں رکھتا براہ راست بذریعہ اجتہاد کتاب وسنت سے مسائل کا استنباط کر سکے اس کے لئے کسی مجتہد کی تقلید اور پیروی ضروری ہے کہ وہ اپنے امام مجتہد کی رہنمائی میں قرآن وحدیث پر آسانی سے عمل کر سکے'' (قافلہ ج ۲ ش ۳ ص ۱۲)

تونسوی مذکور نے اپنے مذکورہ بیان میں ائمہ اربعہ پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام سے بھی یہ ثابت نہیں کہ اس نے یہ کہا ہو: ''عامی پر مجتہد کی تقلید اور پیروی ضروری ہے'' بلکہ اس کے برعکس امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا۔ دیکھئے مختصر المزنی (ص ۱) اور یہی مضمون فقرہ: ۲۸

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ولا تقلدوني'' اور میری تقلید نہ کرو۔

(آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم ص ۵۱، وسندہ حسن، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸)

۴۵) نور محمد قادری تونسوی نے لکھا: ''لیکن عصر ہذا کے غیر مقلدین اس زمین والی قبر کی جزا وسزا میں شرکت کے قائل نہیں ہیں نہ ہی اعادہ روح اور تعلق کے قائل ہیں اور نہ ہی دنیا والے جسد کے جزا وسزا میں شرکت کے قائل ہیں بلکہ یہ لوگ روح کے لئے ایک اور جسد تجویز کرتے ہیں اور....'' (قافلہ ج ۲ ش ۳ ص ۱۲)

اس بیانِ مذکور میں تونسوی نے بہت سے جھوٹ بولے ہیں مثلاً یہ کہ ''اہلِ حدیث قبر میں اعادۂ روح کے قائل نہیں ہیں'' حالانکہ اہلِ حدیث کے نزدیک اعادۂ روح ثابت ہے اوراعادۂ روح والی حدیث صحیح یا حسن لذاتہ ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث:۱۴ص ۲۹
تونسوی کے دیگر اکاذیب کے رد کے لئے دیکھئے الحدیث (۱۴ص۲۱ تا ۳۲،عدد ۱۸ص ۴۳ تا ۴۵)

۴۶) نور محمد تونسوی نے لکھا: ''ائمہ اربعہ'' اوران کے مقلدین کا یہ عقیدہ ہے کہ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اوراس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں....'' (قافلہ ج۲ش۳ص۱۲)

عرض ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ عقیدہ باسند صحیح ثابت نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں لہٰذا تونسوی نے عبارتِ مذکورہ میں جھوٹ بولا ہے بلکہ اس عبارت میں اور جھوٹ بھی ہیں۔

۴۷) تونسوی نے لکھا: ''ائمہ اربعہؒ اوران کے مقلدین کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اقدس کی زیارت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استشفاع (شفاعت کی درخواست کرنا) جائز ہے کیونکہ....'' (قافلہ ج۲ش۳ص۱۳)

عرض ہے کہ ائمہ اربعہ (امام مالک، شافعی، احمد اور ابوحنیفہ) سے یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ کی قبر کی زیارت کے وقت آپ سے شفاعت کی درخواست کرنا جائز ہے لہٰذا تونسوی نے ایک ہی سانس میں چار اماموں پر جھوٹ بولا ہے۔

تنبیہ: امام مالک رحمہ اللہ سے بھی استشفاع عندالقبر باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔
دیکھئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب: قاعدہ جلیلۃ فی التوسل والوسیلہ (ص۶۶،۶۷، اردو ترجمہ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

۴۸) تونسوی نے لکھا: ''ائمہ اربعہؒ کے نزدیک توسل بالانبیاء والصالحین جائز وثابت ہے''
(قافلہ ج۲ش۳ص۱۳)

عرض ہے کہ ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک امام سے بھی انبیاء اور صالحین کی وفات کے بعد اُن کے توسل (وسیلہ پکڑنے) کا جواز ثابت نہیں ہے لہٰذا تونسوی نے ائمۂ اربعہ پر جھوٹ بولا ہے۔ اگر تونسوی کو اپنے جھوٹ اور افتراء سے انکار ہے تو اس پر یہ ضروری ہے کہ باسند صحیح ائمۂ اربعہ میں سے ہر امام سے توسل بالاموات کا عقیدہ صراحتاً ثابت کرے۔!

۴۹) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں ایک رات باہر تشریف لائے تو لوگوں کو چوبیس رکعتیں اور تین وتر پڑھائے۔ (تاریخ جرجان طبع قدیم ص ۳۱۷ ح ۵۵۶، طبع جدید ص ۱۴۲)

اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے ''أربعة و عشرين ركعة'' میں سے عبدالغفار دیوبندی نے '' أربعة'' (چار) کا لفظ کاٹ دیا اور درج ذیل ترجمہ لکھا: ''یعنی ایک رات رمضان میں ۲۰ رکعت تراویح پڑھائی (تاریخ جرجان للسہمی ص ۱۴۲ ط بیروت)''

(قافلہ ج ۲ ش ۳ ص ۳۱)

چوبیس رکعتوں کو عبدالغفار نے بیس رکعتیں کر کے تاریخ جرجان پر جھوٹ بولا ہے۔

تنبیہ: روایتِ مذکورہ کی سند محمد بن حمید الرازی، عمر بن ہارون، ابرہیم بن الحناز (؟) اور عبدالرحمٰن کی وجہ سے سخت باطل و مردود ہے بلکہ اس کے راوی محمد بن حمید الرازی کے بارے میں حافظ ظہور احمد الحسینی (حضروی دیوبندی حیاتی) نے علانیہ لکھا ہے کہ ''قیام اللیل وغیرہ میں اس روایت کو یعقوب قمی سے نقل کرنے والا محمد بن حمید الرازی بھی ائمہ رجال کے نزدیک نہایت ضعیف، کذاب اور متروک راوی ہے۔''

(رکعاتِ تراویح ایک تحقیقی جائزہ طبع جنوری ۲۰۰۷ء ص ۲۳۷)

یہ وہی ظہور احمد ہے جس کی ایک کتاب پر ابوالحسن دیوبندی نے تبصرہ لکھ کر بڑی تعریف کی ہے۔ دیکھئے الیاس گھمن کا قافلہ...(ج ۳ ش ۱ ص ۶۰، ۶۱)

دیوبندیوں کا یہ عجیب و غریب اصول ہے کہ اگر ایک راوی اُن کی مرضی کی سند میں آجائے تو اس کی توثیق کرتے ہیں اور حسن درجے کا راوی قرار دیتے ہیں جیسے کہ عبدالغفار

نے یہاں حرکت کی ہے اور اگر وہی راوی مرضی کے خلاف والی حدیث میں آ جائے تو اسے کذاب اور متروک لکھ دیتے ہیں جیسا کہ ظہور احمد کی تحریر سے ظاہر ہے۔ بتائیں کہ یہ دو پیمانے کیوں رکھے ہوئے ہیں؟ کیا سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم کے انجام سے بے خبر ہیں؟!

۵۰) اللہ دتہ بہاولپوری دیوبندی نے ملفوظاتِ اوکاڑوی میں لکھا:

''ارشاد فرمایا کہ بخاری شریف میں رفع یدین کا صرف اتنا ثبوت ہے جتنا کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا (کیونکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی کوئی روایت موجود نہیں) اگر ہے تو وہ بھی صرف شافعیوں کا رفع یدین کا ثبوت ہے غیر مقلدین کی رفع یدین کا نہیں کیونکہ دس جگہ کی روایت موجود نہیں ہے۔'' (قافلہ ج۲ ش۳ ص۳۵)

عبارتِ مذکورہ میں اوکاڑوی اور اللہ دتہ دونوں نے کئی جھوٹ بولے ہیں مثلاً:

اول: صحیح بخاری میں رفع یدین کی روایت دو صحابیوں سے ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی صرف ایک صحابی سے لہٰذا ''صرف اتنا ثبوت ہے'' کہنا جھوٹ ہے۔

دوم: صحیح بخاری میں رفع یدین کی دونوں مرفوع حدیثوں (جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک رفع یدین ہے) کے ساتھ دونوں صحابیوں کا عمل بھی مذکور ہے جبکہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے بارے میں صرف مرفوع حدیث ہے اور صحابی کا عمل نہیں۔

سوم: صحیح بخاری میں بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے والی حدیث ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (کتاب الوضوء باب التبرز فی البیوت ح ۱۴۹، درسی نسخہ ج۱ ص۲۷)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''**فرأیت رسول اللّٰہ ﷺ قاعدًا علٰی لبنتین مستقبل بیت المقدس**''

پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ بیت المقدس کی طرف رُخ کئے ہوئے دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اس حدیث کا ترجمہ عبدالدائم جلالی دیوبندی نے درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

''....اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ کئے دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے

دیکھا'' (مطبوعہ المکتبۃ العربیہ اقبال ٹاؤن لاہور ج۱ ص۱۷۷ ح۱۴۸)

حدیثِ مذکور سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر قضائے حاجت فرمارہے تھے اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ پیشاب اور پاخانہ دونوں قضائے حاجت میں سے ہیں۔

تنبیہ: ماسٹر امین اکاڑوی کے حواشی کے ساتھ صحیح بخاری کا جو ترجمہ چھپا ہے، اس میں ''قاعدًا'' [بیٹھے ہوئے] کا ترجمہ اُڑا دیا گیا ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (مطبوعہ مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور ج۱ ص۱۳۱، ۱۳۲ ح۱۴۹)

اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ کس کی حرکت ہے؟ مترجم کی یا محشی کی؟ یا......؟

قارئین کرام! اس مضمون میں حیاتی دیوبندیوں کے محمد الیاس گھمن کے رسالے ''قافلۂ حق'' جو کہ اصل میں قافلۂ باطل ہے، سے پچاس جھوٹ باحوالہ مع رد پیش کر دیئے ہیں تاکہ عام مسلمان بھی اِن لوگوں کے فتنے سے بچ جائیں۔

اِن لوگوں کے جھوٹ، اکاذیب اور افتراءات اور بھی بہت ہیں مگر مشتے از خروارے کے طور پر اہلِ انصاف کے لئے یہی نمونے کافی ہیں اور اہلِ ضد وعناد کے لئے ہزاروں حوالے بھی بے کار ہیں۔ وما علینا إلا البلاغ (۴/فروری ۲۰۰۹ء)

اہلِ بدعت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا کیسا ہے؟

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: '' إن للّٰه ملائكة يطلبون حلق الذكر فانظر مع من تكون جلستك، لاتكون مع صاحب بدعة فإن اللّٰه لا ينظر إليهم وعلامة النفاق أن يقوم الرجل ويقعد مع صاحب بدعة ''

یقیناً اللہ کے فرشتے ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں لہٰذا دیکھو کہ تمھارا اُٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے؟ بدعتی کے ساتھ نہ ہو کیونکہ اللہ اُن کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔

(الطیوریات ۲/۳۱۸ ح۲۵۸ وسندہ حسن، حلیۃ الاولیاء ۸/۱۰۴، وسندہ صحیح)

زبیر صادق آبادی

علمائے اہلِ حدیث کے شاذ اقوال کا حکم

(آلِ دیوبند کے اصولوں کی روشنی میں)

اگر کسی بھی عالم کی بات قرآن وسنت کے خلاف ہو تو قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی بات رد کر دی جائے گی اور کتاب وسنت کو اختیار کیا جائے گا۔لیکن آلِ دیوبند چونکہ قرآن وسنت کے ان اصولوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں، اس لئے اہلِ حدیث علماء کے شاذ اقوال اہلِ حدیث کے خلاف پیش کرتے رہتے ہیں لہٰذا آلِ دیوبند کے اصولوں کے مطابق یہ مسئلہ واضح کیا جاتا ہے کہ آل دیوبند کے اصولوں کے مطابق بھی شاذ اقوال قبول نہیں کئے جا سکتے مثلاً: آلِ دیوبند کے مفسرِ قرآن اور اصولِ فقہ حنفی کی سب سے مشہور کتاب نورالانوار کے مصنف ملاجیون نے آیت: ﴿ واذا قرئ القرآن ﴾ اور آیت: ﴿ فاقرء وا ماتیسر من القرآن ﴾ کو نورالانوار (ص۱۹۳) میں متعارض قرار دیا اور حدیث کی طرف رجوع کرنے کا کہا تو دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے اس کا جواب یوں دیا: ''بلا شک ملا جیونؒ حنفی تھے۔لیکن مدار صرف دلائل پر ہے۔شخصیتوں پر نہیں ہے۔''

(احسن الکلام جلد ا ص ۱۴۵، دوسرا نسخہ ص ۱۸۲)

ایک اور جگہ آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے مناظر احسن گیلانی دیوبندی کے قول کو قبول کرنے کے بجائے رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''پہلے عرض ہو چکا ہے کہ دارومدار دلائل پر ہے نہ کہ شخصیتوں پر شخصیتیں قابل صد احترام مگر صحت وسقم کا مبنیٰ دلائل ہیں۔''

(احسن الکلام جلد ا ص ۱۴۷، دوسرا نسخہ ص ۱۸۵)

سرفراز صفدر نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''پھر بعض فقہاءؒ کی غیر معصوم آراء کو حتمی اور ضروری سمجھ کر تمام احناف کا مسلک بتانا اور پھر اس پر اعتراض کی بنیاد رکھنا محض باطل اور مردود ہے۔ اور اگر بعض نے ایسا لکھا ہے۔تو اسکو سہو ونسیان پر حمل کرنے کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا۔''

(احسن الکلام جلد اص ۲۷۱، دوسرا نسخہ ص ۳۳۵)

سرفراز صفدر نے آلِ دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ کے متعلق لکھا ہے:
''پھر حاجی صاحبؒ کسی شرعی دلیل کا نام نہیں ہے۔ لہٰذا حاجی صاحبؒ کا ذکر کرنا سوالاتِ شرعیہ میں بے جا ہے (فتاوی رشیدیہ ج اص ۹۸)'' (راہ سنت ص ۱۶۶)

آل دیوبند کے مشہور مناظر ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنے آپ کو مناظر اہلِ سنت قرار دے کر ایک اہلِ حدیث عالم کے بارے میں لکھا: ''اس کے جواب میں اس نے الزامی طور پر کہا کہ نورالانوار میں حضرت معاویہؓ کو جاہل کہا ہے۔ مناظر اہلِ سُنت نے کہا کہ حاشیہ میں اس کی تردید کر دی گئی ہے وہ تمہیں نظر نہیں آئی تو اُس نے صاف انکار کر دیا کہ یہاں کوئی تردید نہیں نشان لگا کر دو۔ جب نشان لگا کر دیا تو پھر عبارت نظر آئی وہ عبارت اس سے قبل نہ نورستانی کو نظر آئی نہ مناظر صاحب کو جب نشان لگا کر دکھایا تو صمٌ بکمٌ بن گئے۔
مناظر اہلِ سُنت والجماعت نے سمجھایا کہ ہر قسم کی غلطی سے پاک دنیا میں صرف ایک کتاب ہے جس کا نام قرآن پاک ہے، دوسری کتابوں میں غلطیاں ہو جاتی ہیں لیکن ایک ہوتا ہے غلطی لگنا، ایک ہوتا ہے غلطی کا چل جانا۔ جس طرح تراویح میں قرآن پاک سناتے ہوئے قاری کو غلطی لگ جاتی ہے مگر سامع اُس غلطی کو چلنے نہیں دیتا۔ تو جب غلطی کی اصلاح ہو گئی اور وہ غلطی چلی نہیں تو اب اُس غلطی کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اسی طرح اگر کسی مصنف سے ذاتی طور پر کوئی غلطی ہوئی تو اُس کو شارحین نے چلنے نہیں دیا۔ اب اس اصلاح شدہ غلطی کو بیان کرنا اور اُس کی تردید کا ذکر نہ کرنا یہ بہت بڑا دھوکا ہے....'' (تجلیات صفدر جلد ۳ ص ۴۶۶)

تنبیہ: اگر ماسٹر امین اوکاڑوی کا بیان سچ ہے تو عرض ہے کہ تردید تو نورالانوار کے شارح نے کی ہے، ملا جیون نے تو بہر حال سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی تھی، اس لئے اہلِ اسلام کو چاہئے کہ ایسے ہر شخص سے براءت کا اظہار کریں جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں زبان درازی کی ہو۔
آل دیوبند کے شیخ الاسلام تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''چنانچہ بہت سے فقہاء حنفیہؒ نے اسی بناء پر

امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترک کر کے دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے، مثلاً انگور کی شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء کو اتنا کم پینا جس سے نشہ نہ ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قوّت حاصل کرنے کے لئے جائز ہے، لیکن فقہاء حنفیہؒ نے اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو چھوڑ کر جمہور کا قول اختیار کیا ہے، اسی طرح مزارعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن فقہاءِ حنفیہؒ نے امام صاحبؒ کے مسلک کو چھوڑ کر متناسب حصّہٗ پیداوار کی مزارعت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہ مثالیں تو ان مسائل کی ہیں جن میں تمام متأخرین فقہاء حنفیہ امام صاحبؒ کے قول کو ترک کرنے پر متفق ہو گئے، اور ایسی مثالیں تو بہت سی ہیں جن میں بعض فقہاء نے انفرادی طور پر کسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کی مخالفت کی ہے،''

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۰۷، ۱۰۸)

آلِ دیوبند کو چاہئے کہ اپنے اصولوں پر غور کریں اور اہلِ حدیث کے خلاف شاذ اقوال (مثلاً وحید الزمان وغیرہ کے اقوال) کہ جن کی بار بار تردید کر دی گئی ہے بلکہ وحید الزمان کے اہلِ حدیث ہونے کی ہی تردید کر دی گئی ہے۔ دیکھئے ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو (عدد ۲۳ ص ۳۶۔ ۴۰، عدد ۴۲ ص ۱۲) پیش کرنے سے احتراز کریں اور اپنے اصولوں کے مطابق دھوکا دینے سے بھی باز آ جائیں۔

جب ''حنفی حضرات'' امام ابوحنیفہ کا قول رد کر کے بھی حنفی کے حنفی رہتے ہیں تو اگر اہلِ حدیث نے اپنے بعض علماء کے شاذ اقوال رد کر دیئے تو آلِ دیوبند کو غصہ کیوں آتا ہے؟!

[اہلِ حدیث اپنے علمائے کرام کا احترام کرتے ہیں لیکن انہیں معصوم نہیں سمجھتے۔ ایک مشہور اہلِ حدیث عالم علی محمد سعیدی صاحب نے لکھا ہے کہ'' اصول کی بنا پر اہلِ حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افرادِ امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب وسنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے، علمائے حدیث کے فتاویٰ، ان کے مقالہ جات بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں۔'' (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۱ ص ۶) ماہنامہ الحدیث: ۲۳ ص ۴۰]

قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی

ابوانس محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر وتقریر اور تدریس کے ذریعے سے دین اسلام کی خدمت کی اور یقیناً ان کی یہ کاوش قابلِ ستائش ہے۔ اللہ ان کی خدمات قبول فرمائے۔

نام ونسب: ابوانس محمد بن یحییٰ بن محمد بن یعقوب گوندلوی رحمہ اللہ

ولادت: نومبر ۱۹۵۶ء کو گوندلانوالہ میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ گوجرانوالہ شہر سے تقریباً ۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

تعلیم: جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے درس نظامی مکمل کرنے کے بعد ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد سے تخصصِ حدیث اور پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ، مولانا محمد اعظم، حافظ الیاس اثری اور مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہم شامل ہیں۔

تدریس: آپ نے ۱۹۷۸ء میں تعلیم سے فارغ ہو کر تدریسی شعبہ کو اپنایا اور اپنی تدریس کا آغاز دارالحدیث محمدیہ جلالپور روڈ حافظ آباد سے کیا۔ شیخ الحدیث مولانا داود علوی رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد جامعہ رحمانیہ قلعہ دیدار سنگھ تشریف لے گئے پھر وہاں سے چند وجوہ کی بنا پر چھوڑ کر دارالعلوم رحمانیہ منڈی فاروق آباد میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کچھ دیر وہاں رہے پھر ۱۹۹۳ء میں حافظ عبدالرزاق سعیدی کے مشورہ پر ساہوالہ ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے جہاں انھوں نے جامعہ تعلیم القرآن والحدیث ادارہ قائم کیا اور وفات تک وہیں خدمتِ دین میں مصروف رہے۔

علمی خدمات: آپ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا ذوق بھی رکھتے تھے۔

تصانیف: (۱) ترجمہ وتشریح سنن ترمذی (۲) ترجمہ وتشریح ابن ماجہ (۳) داستان حنفیہ (۴) ضعیف اور موضوع روایات (۵) مقلدین ائمہ کی عدالت میں (۶) دین تصوف

(۷) عقیدۂ اہلِ حدیث (۸) خیر البراھین فی الجھر بالتأمین (۹) مطرقۃ الحدید [اس میں مرزا قادیانی کے حنفی ہونے پر مکمل بحث ہے] (۱۰) ضرب شدید علی اہلِ تقلید [آلِ دیوبند کی انگریز نوازی اور تقلیدی مفاسد پر عمدہ کتاب] (۱۱) شریعت محمدیہ اور طلاق ثلاثہ (۱۲) فتویٰ حرمت سود (۱۳) نداء لغیر اللہ (۱۴) بائبل اور توہین انبیاء (۱۵) شمائل ترمذی، ترجمہ وتشریح (۱۶) ترجمہ صحۃ مذہب اہل المدینہ [یہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے، ترجمہ وتشریح] (۱۷) حقیقت وحدت الوجود (۱۸) معیار الحق تحقیق وتخریج (۱۹) شادی کی دوسری دس راتیں بجواب شادی کی پہلی دس راتیں (۲۰) اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسند الامام الشافعی کا ترجمہ وتشریح وتحقیق لکھ رہے تھے۔

مناظرہ کلاس: مولانا عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا جانشین بنایا اور ان کی وفات کے بعد تا حیات مناظرہ کلاس کے انچارج رہے۔

علمی مقام ومرتبہ: حقیقت یہ ہے کہ آپ علم کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھے جس کی طرف لوگ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے رجوع کرتے۔

پسماندگان: پسماندگان میں آپ نے تین بیٹے (انس اور اسامہ وغیرہما) اور نو بیٹیاں چھوڑیں۔

وفات: ۲۹/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۶/جنوری ۲۰۰۹ء کو پیر اور منگل کی درمیانی رات تقریباً آٹھ بجے وفات پائی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

ایک اہم فتویٰ

شیخ صالح بن فوزان الفوزان السعودی سے پوچھا گیا: کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ہر جگہ میں ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: اسے نصیحت کی جائے، ہوسکتا ہے وہ توبہ کرلے، اگر وہ توبہ کرلے تو اُس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور ڈٹا رہے تو اُس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ کیونکہ یہ جہمیہ اور حلولیہ (فرقوں) کا عقیدہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔

(عقیدۃ الحاج فی ضوء الکتاب والسنۃ ص ۳۳)

مرعوبیت

دورِ جدید کے مسلمان اغیار و کفار سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں کہ بیہودہ، مُضر اور دھتکاری ہوئی اُن رسوم و رواج کو بھی گلے لگانے سے دریغ نہیں کرتے جنھیں خود غیر مسلم معاشروں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ ہمارے ہاں بسنت جسے اب جشنِ بہاراں کا نام دے دیا گیا ہے اور اپریل فول جیسے مہلک رواج بڑی تیزی سے عام ہو رہے ہیں۔

اپریل فول کے غلط ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کی بنیاد جھوٹ پر مبنی ہے اور جھوٹ ایک ناسور ہے جو کہ برائیوں کی جڑ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ رات میرے پاس خواب میں دو آدمی آئے، انھوں نے کہا: جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا جبڑا چیرا جا رہا ہے، وہ بہت جھوٹا تھا، ایک جھوٹی بات کہتا تو وہ سارے ملک میں پھیل جاتی۔ قیامت تک اسے یہی سزا ملتی رہے گی۔ (صحیح بخاری:۶۰۹۶)

جھوٹ کو منافقین کی علامت بھی کہا گیا ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۲۴۵۹)

اپریل فول جیسے امور کی شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ صریح اور واضح طور پر کفار کی رسم ہے لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انھی میں سے ہے۔ (سنن ابی داود:۴۰۳۱، حسن)

اس کے علاوہ اپریل فول جیسی حرکت سے دوسرے مسلمان ایذاء و تکلیف سے دوچار ہوتے ہیں جو کسی مسلمان کے لائق نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ (صحیح بخاری:۱۱، صحیح مسلم:۶۶)

اسی طرح بسنت ہندوانہ رسم ہے جو عیاشی کا ایک ذریعہ ہے۔ اس میں مرد و عورت کا اختلاط عام ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت ڈنکے کی چوٹ پر ہوتی ہے لہٰذا اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو ایسے شنیع و قبیح فعل سے بچا کر رکھیں۔ وما علینا إلا البلاغ